جاء الحق وزهق الباطل
الحمد لله والمنہ کہ این رسالۂ حافلہ در جواب اقوال باطلہ اعنی
المقالة الکاملة
فی رد
الاجوبة الفاخرة الفاضلة
مؤلفۂ یگانۂ زمن جناب مولانا مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی باہتمام محمد نثار حسین
در قومی پریس لکھنؤ مطبوع شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علےٰ نوالہ ٭ والصلوٰۃ علےٰ رسولہ واصحابہ والہ

اما بعد امیدوار رحمتِ رب ہادی محمد ظہیر احسن نیموی عظیم آبادی عرض کرتا ہی کہ ہمارے پیر و مرشد جامعِ شریعت غواص بحر طریقت بیضا عمدۃ الاولیا زبدۃ الاصفیا ولایت مآب قطب الاقطاب معدن ایقان مخزن عرفان حضرت سیدنا و مولانا فضل رحمٰن مد ظلہ المنان کی ذات بابرکات بھی عجب نعمت الٰہی ہے - خدا نے مستجابُ الدعوات ایسا بنایا ہے کہ آپکی دعا سے ہزارون کی مرادین حاصل ہو گئین سیکڑون کامیاب ہو گئے گنجِ مرادآباد جو حضرت کی جای سکونت ہے آپکے وجود باجود سے اسم بامسمیٰ ہو گیا - بات کی بات مین شہرۂ آفاق ہو گیا - عوام تو عوام سیکڑون علماے کرام آپکے مرید ہین لاکھون مشتاق زیارت ہین - آپکا طریقہ نقشبندیہ ہے جسکی مدح و ثنا مین خامہ دوزبان عاجز و حیران ہے اور زبان قاصر البیان و نعم ما قیل ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند	کہ برند از رہِ پنہان بحرم قافلہ را
ہمہ شیرانِ جہان بستۂ این سلسلہ اند	روبہ از حیلہ چہ سان بگسلد این سلسلہ را

نقشبندیہ مین سے بھی کون سلسلہ کہ مجددیہ جو نورٌ علےٰ نور ہے اور جسکے موجد امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہین - آج کون ایسا ذی فہم ہے جو ہمارے حضرت کا معتقد نہین نہ اُنکا مداح نہین - آپنے کتب احادیث مولانا شاہ محمد اسحٰق مرحوم سے پڑھی ہین جناب شاہ عبد العزیز

قدس سرہ سے بھی بلا واسطہ تلمذ ہے۔ راقم الحروف حضرت مولانا ابو الحسنات محمد عبد الحی
نور اللہ مرقدہ کی جناب مین علوم عقلیہ و نقلیہ پڑھکر جب وطن آنے لگا تو بخاری شریف
لیکر حضرت پیر و مرشد کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوا اور عرض کی کہ ایک تو آپ میرے
پیر و مرشد ہیں دوسرے آپکو بلا واسطہ شاہ عبد العزیز مرحوم سے تلمذ ہے
مین چاہتا ہون کہ تبرکاً کچھ بخاری شریف آپسے بھی پڑھون۔ آپنے فرمایا کہ جب مین مولانا
شاہ عبد العزیز مرحوم کی خدمت مین پہلے پہل سبق کے لیے حاضر ہوا تو اونھون نے
فرمایا کہ میرے والد ماجد مولانا شاہ ولی اللہ مرحوم نے کتب احادیث پڑھانے سے پیشتر
یہ حدیث مسلسل بالاوّلیۃ پڑھی جو اونکو اپنے شیوخ سے باسنادہٖ پہونچی تھی قَالَ رَسُولُ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُہُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ
یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ۔ فقیر حقیر حضرت پیر و مرشد سے یہ حدیث سُنکر نہایت ہی خوش ہوا
اوسکے بعد بخاری شریف کے کچھ احادیث پڑھکر سُنائے۔ آپنے جابجا فوائد ارشاد فرمائے
پھر جمیع کتب احادیث کی اجازت دی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ الغرض ہمارے پیر و مرشد
مدظلہ صرف علوم باطنی ہی کے ماہر نہین بلکہ علوم ظاہری مین بھی مغتنمات روزگار سے
ہین۔ آپکے جو فرزند والا شان کاشف مقامات عرفان مخدومنا و مکرمنا جناب سید احمد میان
دام مجدہ ہین اونکا بھی کیا کہنا۔ بمصداق اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ اپنے پدر بزرگوار کے ہمقدم
ہین۔ انکے بھی بہت سے حضرات مرید ہین۔ چنانچہ خدا بخشے جناب نواب صدیق حسن
خان بہادر کے بیٹے حنفی المذہب صوفی مشرب مشہور ہین۔ جناب مولوی نور الحسن
صاحب کو بھی جناب موصوف ہی سے شرف بیعت حاصل ہے۔ بلکہ مذاق صوفیانہ
مین چھوٹے چھوٹے دس رسالے بھی لکھے ہین جنکے نام شہرہ آفاق وغیرہ ہین
ان رسائل عشرہ مین جابجا اپنے پیر و مرشد دام مجدہ اور ہمارے حضرت مدظلہ کے
ارشاد فیض بنیاد بھی نقل کیے ہین اور انکے کچھ حالات اور مقامات بھی بیان کیے ہین

اگر اونکو مرہم زخمِ جگر کہیے تو بجا ہی اور دارو ے دردِ دل فرمایئے زیبا ہی۔ مگر زمانہ ایسا فتنہ و فساد کا آگیا ہی کہ طفلِ دبستان تک اپنے آپکو علامۂ زمانہ جانتا ہی اور علمای کرام پر آستینین چڑہانیکو طیار ہوجاتا ہی ہر گلی کوچے مین مطبع ہوگئے ہین جسکے جی مین جو آتا ہی اپنی شہرت کے لیے خامہ فرسائی کرکے چھپوا دیتا ہی فی الحال ایک ذات شریف نے جو مئو ضلع اعظم گڑہ کے رہنے والے ہین اور جنکا نام نامی مع القاب گرامی جناب مولوی حکیم ابوالمکارم **محمد علی** ہے اون رسائل عشرہ پر جابجا خامہ فرسائی کرکے ایک رسالہ چھپوایا ہے جسکا نام ہاتھ بھر کا **الاجوبۃ الفاخرۃ الفاضلہ** رکھا ہی۔ یہ انوکھا رسالہ وقعت مین کاغذ بادی سے کچھ کم نہین۔ زمانہ کا یہ رنگ دیکھکر کہ جسپر ناحق بھی اعتراضات ہوجاتے ہین تو نافہمون کو سوءظنی پیدا ہوجاتی ہے اوسکا جواب باصواب لکھنا ضرور ہوا۔ مگر ہر بات کے جواب مین کون تضیع اوقات کرے جہان کہین امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر و مرشد دام فیضہ اور اونکے فرزند ارشد دام مجدہ کی نسبت خامہ فرسائی کی ہے اون سب کا جواب لکھے دیتا ہون۔ **وما توفیقی الا باللہ** ۰ **قال المعترض**

فی الحال مجموعۂ رسائل دہ گانہ یعنی شہرۂ آفاق و فیض رحمانی و نور احمدی و میخانۂ عشق و نشۂ عرفان و اسرار محبت و گنجینۂ فقر و نسخۂ حکمت و نظر مرشد و حسن معاملہ جو مولوی فضل الرحمن صاحب گنج مرادابادی کے فرزند شیخ احمد کے بعض مریدون کی تالیف سے ہے نظر سے گذرا

اقول ایک تو معترض صاحب سراپا تہذیب نے ان حضرات کو اس عنوان سے یاد کیا کہ لفظ جناب تک نہ لکھا دوسرے نام کو بھی صحیح طور پر تحریر نفرمایا۔ ہمارے حضرت پیر و مرشد مدظلہ کا اسم مبارک **فضل رحمٰن** ہے۔ نہ فضل الرحمن اور آپکے صاحبزادے کا نام نامی **سید احمد میان** ہے نہ شیخ احمد۔ مؤلف رسائل عشرہ نے جابجا ان حضرات کے نام نامی صحیح طور پر لکھے ہین پھر بھی معترض صاحب نے ان اسما کو غلط لکھا۔ اور اصل یہ ہے کہ نامون مین غلطیان کرنا آپکی عادات قدیمہ سے ہے۔ دیکھیے تخریج زیلعی جسکا نام **نصب الرایہ** ہے اوسکا ملخص جو حافظ ابن حجر عسقلانی سے ہے جسکا نام **درایہ** ہے آپنے اوسکو بنظر

تجارت اپنے اہتمام اور کمال تصحیح سے چھپوایا مگر بسم اللہ ہی غلط کہ سرلوح درایہ کے بدلے آپنے نصب الرایہ لکھوادیا۔ خدا جانے آپکی یہ غلطی کتنے لوگون کو مغلطہ مین ڈالیگی۔ بیچارے عبارت تو درایہ کی نقل کرینگے اور نصب الرایہ کا حوالہ دینگے اور اوسکو تالیف ابن حجر قرار دینگے جس سے غلط در غلط ہو جائیگا۔ اللہ تعالے ہر کسیکو ایسی فاحش غلطی سے محفوظ رکھے **قال المؤلف** حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ قائل اسکے ہین کہ ایمان گھٹتا بڑھتا نہین اور علما اسکے قائل ہین کہ گھٹتا بڑھتا ہے سو یہ دونون قول صحیح ہین۔ الخ **قال المعترض** دونون قول صحیح نہین۔ صحیح یہی ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے الخ۔ **اقول** کم فہم حضرات تو قیامت تک یہ دقیق مسئلہ نہ سمجھین گے مگر حق یہی ہے کہ یہ نزاع لفظی ہے۔ امام ربانی **مجدد الف ثانی** رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات جلد اول مکتوب دوصد و شصت و ششم مین تحریر فرماتے ہین کہ در زیادتی و نقصان ایمان علمارا اختلاف ست امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالے عنہ میفرماید الایمان لایزید ولا ینقص۔ وامام شافعی رحمہ اللہ سبحانہ میفرماید کہ یزید وینقص۔ وشک نیست کہ ایمان عبارت از تصدیق و یقین قلبی ست کہ زیادتی ونقصان را دران گنجایش نیست وانچہ قبول زیادتی ونقصان کند داخل دائرہ ظن ست نہ یقین غایۃ مافی الباب ایتان اعمال صالح انجلاء آن یقین میفرماید واعمال غیر صالح آن یقین را مکدر میسازد پس زیادتی ونقصان باعتبار اعمال در انجلاے آن یقین ثابت شد نہ در نفس آن یقین جمعے یقین را کہ منجلی و روشن یافتند زیادہ گفتند ازان یقینے کہ آن انجلا و روشنی ندارد گویا بعضے غیر منجلی یقین را یقین ندانستند بان بعض منجلی را یقین دانستہ ناقص گفتند و جمعے دیگر کہ حذاقت نظر داشتند دیدند کہ این زیادتی ونقصان راجع بصفات یقین ست نہ بنفس یقین لاجرم یقین را غیر زائد وناقص گفتند مثل آنکہ دو آئینہ برابر کہ در انجلاء و نورانیت تفاوت دارند شخصے بیند آئینہ را کہ انجلا زیادہ دارد و نمایندگی در وے بیشتر ست گوید کہ این آئینہ زیادہ است ازین آئینہ دیگر کہ آن انجلا و نمایندگی ندارد وشخصے دیگر گوید کہ ہر دو آئینہ برابر اند زیادت

ونقصان ندارند- تفاوت در انجلا ونمایندگیست که از صفات آن آئینہ ست پس تفاوت در مرتبۂ ثانی صاحب ست وتحقیقت شی نافذ ونظر شخص اول مقصور برظاہر ست واز صفت بذات نرفته وَیَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ازین تحقیق که این فقیر باظہار آن موفق شده ہست اعتراضات مخالفان که برعدم زیادتی ونقصان ایمان نموده اند زائل گشت وایمان عامۂ مؤمنان در جمیع وجوه مثل ایمان انبیا علیہم الصلوات و التسلیمات نشد زیراکه ایمان انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات که تمام منجلی ونورانی ست ثمرات ونتائج باضعاف زیاده دارد از ایمان عامۂ مؤمنان که ظلمات وکدورات دارد علیٰ تفاوت درجاتہم- وہمچنین ایمان ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنه که در وزن زیاده از ایمان این امت ست باعتبار انجلا ونورانیت باید داشت وزیادتی را راجع بصفات کاملہ باید ساخت- نمی بینی که انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات با عامه در نفس انسانیت برابراند ودرحقیقت ہمه متحد تفاضل باعتبار صفات کاملہ آمده ہست- وآنکه صفات کاملہ ندارد گویا ازان نوع خارج ست واز خواص وفضائل آن نوع محروم باوجود این تفاوت در نفس انسانیت زیادتی ونقصان راه نمی یابد- ونمی توان گفت که آن انسانیت قابل زیادتی ونقصان ست واللہ سبحانه الملہم للصواب- وایضاً گویند که مراد از تصدیق ایمانی نزد بعض تصدیق منطقی ست که شامل ظن ویقین ست برین تقدیر زیادتی ونقصان را در نفس ایمان گنجائش گشت لیکن صحیح آنست که مراد از تصدیق اینجا یقین واذعان قلبی ست نه معنی عام که شامل ظن ہم بود- امام اعظم گوید اَنَا مُؤْمِنٌ حَقًّا وامام شافعی گوید اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی- فی الحقیقت نزاع ایشان لفظی ست مذہب اول باعتبار ایمان حال ست ومذہب ثانی باعتبار مآل وعاقبت کار- اما تحاشی از صورت استثنا اولیٰ واحوط ست- کما لا یخفی علی المنصف اور امام رازی شافعی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے لو کان الایمان عبارة عن المعرفة والاقرار لما قبل الزیادة- اھ پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں والمعرفة والاقرار لا یقبلان

التفاوت۔ اور علامہ عینی شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین قال الامام ھذا البحث لفظی لان المراد بالایمان ان کان ھو التصدیق فلا یقبلھما وان کان الطاعات فیقبلھما فکل ما قام من الدلیل علی ان الایمان لا یقبلھما فھو مصروف الی اصل الایمان وکل ما دل علی ان الایمان یقبلھما فھو مصروف الی الکامل وھو مقرون بالعمل۔ اور درر ازہر مین لکھا ہے۔ ان الایمان لا یزید ولا ینقص من حیث اصل التصدیق والاذعان الا انہ یقوی ویضعف من جھۃ الیقین۔ اور رد المعقول مین لکھا ہے کہ تحقیق نفس ایمان کم وبیش نہین ہوتا نزدیک عام حنفیہ کے لیکن فرق اوسمین باعتبار قوت اور ضعف کے ہے اسلیے کہ ایمان عبارت ہے تصدیق قلبی سے کہ حد اذعان کو پہنچ جائے اور اوسمین زیادتی اور کمی متصور نہین حتّٰی کہ جسکو حقیقت تصدیق کی حاصل ہوجائے خواہ وہ عبادت کرے خواہ گناہ تصدیق اوسکی برحال خود باقی رہیگی۔ اوسمین کچھ تغیر نہین آتا اور دلیل ہماری قول جناب باری ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ۔ یعنے جسوقت کہا ابراہیم نے اے رب میرے دکھا مجکو تو مردے کو کیسے زندہ کرتا ہے کہا کیا تو ایمان نہین لایا۔ کہا ابراہیمؑ نے ایمان تو لایا ہون مگر دل کا اطمینان چاہتا ہون پس اگر ایمان زیادتی اور نقصان قبول کرتا تو جواب ابراہیم کا وَلٰکِنْ لِیَزِیْدَ اِیْمَانِیْ ہوتا یعنے مگر اسلیے کہ زیادہ ہوجائے ایمان میرا پس قول ابراہیم کا لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ دلیل یقینی ہے اسپر کہ نفس ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم۔ البتہ اطمینان سے تصدیق اصلی کو تقویت ہوتی ہے۔ اسیطرح قول اللہ تعالے کا اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ۔ یعنے یہی ہین جنکے دلون مین حق تعالے نے ایمان ثابت کردیا ہے اور ظاہر ہے کہ ثبت زیادہ اور کم نہین ہوتا۔ علی ہذا القیاس قول رسالتمآب کا حدیث ابوسعید مین جو نہی عن المنکر مین وارد ہے وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔ دلالت کرتا ہے اسپر کہ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم

لیکن قوی اور ضعیف ہوجاتا ہے جیسا کہ مذہب حنفیہ کا ہے انتہی۔ اب معترض صاحب عبارات سابقہ کو بامعان نظر ملاحظہ فرمائین اور انصاف کے ساتھ کچھ فہم سے بھی کام لین، اور اپنے کل دلائل کا جواب بطور اختصار سُن لین کہ اگر ایمان مین اعمال صالحہ بھی معتبر ہین تو اوسکی زیادت و نقصان مین ہمین کلام نہین اور یہ جو لکھا ہے کہ "امام اعظمؒ مطلقاً ایمان کے کم و بیش ہونے کی نفی فرماتے ہین" محض خلاف ہے۔ اور اگر ایمان کے معنے تصدیق قلبی یا تصدیق مع الاقرار لیے جائین تو کمی بیشی اگر ممکن ہے تو باعتبار قوت و ضعف کے نہ اصل تصدیق یا اقرار کی حیثیت سے پس نزاع لفظی ہونا ظاہر ہے۔ اور جو لوگ تصدیق کی زیادت و نقصان کے قائل ہین اگر اونکی مراد باعتبار قوت و ضعف ہے تو ہمارے خلاف نہین اور اگر نفس تصدیق مین اسکے قائل ہین تو اونکا قول ہرگز صحیح نہین۔ **قال المعترض**۔ یہ بھی یاد رہے کہ اسیوجہ سے اکثر آپکا اجتہاد خلاف کتاب و سنت واقع ہوا دیکھو غسالۂ وضو بدلیل شرعی و بمذہب راجح نجس نہین اور امام اعظمؒ کے نزدیک نجس ہے۔ **اقول** سبحان اللہ آپنے مثال کیا معقول دی ہے جناب عالی حسب روایت مشہور جناب امام کے نزدیک بھی آبِ مستعمل پاک ہے کذا فی المحیط وغیرہ اور کتاب ذخیرۃ العقبیٰ مین ہے قال القاضی الفاضل الزاهدی نقلا عن استاذہ فقد صحت الروایات عن الکل سوی الحسن ان الماء المستعمل طاهر وعلیہ الفتوی اھ بلکہ صاحب ذخیرہ نے قاضی القضاۃ ابو حازم عبد الحمید عراقی کا یہ قول نقلاً عن التحفہ نقل کیا ہے۔ ارجو ان لا یثبت روایۃ النجاسۃ فیہ عن ابی حنیفۃ اور عمدۃ الرعایہ مین ہے اعلم انہ رویت عن ابی حنیفۃ فیہ ثلث روایات احدها انہ نجس مغلظ رواہ الحسن بن زیاد واخذ بہ وسندہ هو القیاس علی کون مال الصدقۃ مطهرا محرما علی بنی هاشم مع الاحادیث الدالۃ علی خروج الخطایا بالماء وثانیها انہ نجس مخففۃ رواہ ابو یوسف واخذ بہ فان للبلوی تاثیرا فی تخفیف النجاسۃ وثالثها انہ طاهر رواہ محمد واخذ بہ وعلیہ الفتوی کما فی النهایۃ المختصر جب

حسب روایت مشہور آب مستعمل جناب امام کے نزدیک بھی پاک ہے اور اسی پر فتوی بھی ہے
تو معترض صاحب کا اکثر اجتہادات جناب امام کو خلاف کتاب وسنت قرار دیکے ایسی معقول
مثال پیش کرنا آپکے کمال فہم وفراست پر دال ہے۔ **ثم قال** شعرانی نے امام اعظم وامام
ابو یوسف کا کشف اسکے نجاست غلیظہ ہونے پر بیان کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظم
نے چند مرتکبین کبائر کے غسالہ وضو مین گناہون کو مجسدہ گرتے دیکھا۔ ناظرین پر مخفی نرہے کہ یہ
کشف دووجہ سے خلاف ہے اول یہ کہ اقوال سلف سے ثابت ہے کہ وضو وغیرہ سے
صغائر معاف ہوتے ہین نہ کبائر۔ **اقول** یہ قول عموماً صحیح نہین کیونکہ وقت نہونے صغائر کے
علما کو وضو وغیرہ کی وجہ سے تخفیف کبائر سے انکار نہین۔ دیکھو نووی نے شرح صحیح مسلم مین
لکھاہے۔ صـ ۱۲۱ - وقد یقال اذا کفر الوضوء فماذا تکفر الصلوٰۃ واذا کفرت الصلوٰۃ
فماذا تکفر الجمعات ورمضان وکذالک صوم یوم عرفۃ کفارۃ سنتین وصوم یوم عاشوراء
کفارۃ سنۃ واذا وافق تامینہ تامین الملٰئکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ والجواب
ما اجاب بہ العلماء ان کل واحد من ھذہ المذکورات صالح للتکفیر فان وجد
ما یکفرہ من الصغائر کفرہ وان لم یصادف صغیرۃ ولا کبیرۃ کتب بہ حسنات
ورفعت بہ درجات وان صادفت کبیرۃ اوکبائر ولم یصادف صغیرۃ رجونا
ان یخفف من الکبائر۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جب حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جس نے
اچھی طرح وضو کیا اوسکے کل صغائر معاف ہوجاتے ہین تو مثلاً ایک شخص نے وضوے کامل کیا
اور بمضمون احادیث اوسکے کل صغائر معاف ہوگئے اوسکے بعد پھر اوسنے وضوے کمل کیا
توجب وضوے کامل مین خداے پاک نے یہ فضیلت رکھی ہے کہ ایک دفعہ کرنے سے
کل صغائر معاف ہوجاتے ہین توکیا ایسی حالت مین کہ کل صغائر معاف ہوچکے ہین کبیرہ تمامہا
اگر نہین توکیا وضو کی برکت سے اوسمین کچھ بھی تخفیف نہوگی۔ کوئی آیت یا حدیث ایسی نہین
جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ وضو سے کبائر کچھ بھی معاف نہین ہوتے۔ اور حدیث مین جو یہ آیا ہے

كانت كفارة لما قبلها من الذنوب ما لم يؤت كبيرة - اسکا مطلب ہے کہ جب تک
انسان کبیرہ کا مرتکب نہین ہوا ہے وضو سے کل گناہ معاف ہوجاتے ہین اور اگر کبیرہ کا مرتکب
ہوجاتا ہے اوسوقت کل گناہ معاف نہین ہوتے یا تو صغائر معاف ہوجاتے ہین کبیرہ رہجاتا ہے
کیونکہ وضو کا اتنا اثر نہین کہ صغائر اور کبائر دونون معاف کرادے - یا صغائر رہجاتے ہین کبیرہ
چونکہ مہتم بالشان ہے وضو سے پہلے اوسمین تخفیف ہوتی ہے - الحاصل جب تک آدمی کبیرہ کا
مرتکب نہین ہوتا وضوے کامل سے کل گناہ معاف ہوجاتے ہین اور اگر کبیرہ کیا تو کل معاف
نہین ہوتے صغائر معاف ہوئے تو کبیرہ رہجاتا ہے اور اگر کبیرہ معاف ہوگیا تو صغائر رہگئے
جب کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہین کہ وضو سے کبائر کچھ بھی معاف نہین ہوتے تو اللہ
تعالے کی رحمت واسعہ کو تنگ کرنے کی کیا ضرورت - اب مین کہتا ہون کہ گناہون مین اسقدر
سیاہی ہے کہ ترمذی وغیرہ کی حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حجر اسود دودھ سے بھی کہین
زیادہ سفید تھا مگر بنی آدم کے گناہون نے اوسکو سیاہ بنا دیا - اس حدیث سے یہ بات نکلی
گو نظر نہ آئے مگر درحقیقت اجساد و قلوب بنی آدم گناہون سے سیاہ ہوجاتے ہین - کیونکہ جب
پتھر کا یہ حال ہے تو گوشت و پوست کا کیا پوچھنا - جب یہ سن چکے تو مین نے مانا کہ جمیع سلف
قائل ہین کہ وضو سے کبائر کچھ بھی معاف نہین ہوتے اور حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے
مگر کیا یہ ممکن نہین کہ جسطرح آدمی کے بدن سے آفتاب کی سیاہی دور ہوجاتی ہے اور آفتاب کا
وجود عالم مین رہتا ہے اسیطرح گناہ تو باقی رہے مگر اوسکی سیاہی جسد سے دور ہوجائے تو
اب سنو کہ صحیح مسلم مین ہے - عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ قال اذا توضأ
العبد المسلم او المؤمن فغسل وجهه خرج من وجهه كل خطيئة نظر اليها بعينيه
مع الماء او اخر قطر الماء فاذا غسل يديه خرج من يديه كل خطيئة كان
بطشتها يداه مع الماء او مع اخر قطر الماء فاذا غسل رجليه خرجت كل خطيئة
مشتها رجلاه مع الماء او مع اخر قطر الماء حتى يخرج نقيا من الذنوب - يعني

آپنے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مؤمن وضو کرتا ہے تو جب وہ منہ دہوتا ہے تو آنکھون کے جتنے گناہ ہین سب کے سب پانی کے ساتھ نکلجاتے ہین اور جب ہاتھون کو دہوتا ہے تو ہاتھونکے سب گناہ پانی کے ساتھ خارج ہوجاتے ہین اور جب پاؤن دہوتا ہے تو پاؤن کے سب گناہ پانی کے ساتھ نکل جاتے ہین یہان تک کہ پاک وصاف ہوجاتا ہے۔ وفی الصحیحین من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطایاہ من جسدہ حتی تخرج من تحت اظفارہ آب ہین آپکو ایسا نکتہ بتاتا ہون جو نہ خیال اقدس ہین کبھی گذرا ہوگا اور نہ غالبًا کسی کتاب ہین دیکھا ہوگا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ یہ تو ثابت ہوچکا کہ اجساد و قلوب گناہون سے سیاہ ہوجاتے ہین بقرینہ بعض الفاظ ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہر گناہ کی سیاہی بدن سے نکلکر آب وضو کے ساتھ بہجاتی ہے اور بفحوائے حدیث تبلغ الحلیۃ من المومن حیث یبلغ الوضوء رواہ مسلم۔ جہان جہان وضو کا پانی پہونچتا ہے وہ عضو چمکنے لگتا ہے۔ رہے نفس گناہ وہ بھی عفو ہوگئے یا نہین یعنے ہنوز مستحق عذاب ہے یا نہین تو دوسرے احادیث کے ملانے سے یہ بات نکلی کہ جبتک کبیرہ نہین کیا ہے اسی وضو کی برکت سے وہ بھی سب کے سب معاف ہوجاتے ہین اور اگر کبیرہ کا مرتکب ہوا تو سب تو نہین بعض معاف ہوجاتے ہین صغائر معاف ہوگئے تو کبیرہ رہگیا۔ اور اگر کبیرہ مین تخفیف ہوئی تو صغائر رہگئے۔ دیکھیے حدیث اپنے عموم پر بھی رہی اور سلف کے خلاف بھی نہوا اور مطلب نہایت دلچسپ نکل آیا۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ **ثم قال** صہ ۱۔ اگر وضو سے کبائر کا معاف ہونا ثابت ہوجائے تو حدود و قصاص جو بعض کبائر کے لیے ہین بیکار ہوجائین۔ **اقول** ماشاء اللہ فہم و فراست ہو تو ایسی ہو اجتہاد ہو تو ایسا ہو۔ اگر کبائر کے معاف ہوجانے سے حدود و قصاص بھی معاف ہوجایا کرین تو ملاحظہ ہو کہ توبہ سے تو بالاتفاق کبائر معاف ہوجاتے ہین اگر کوئی زنا کرے یا قتل نفس کرے پہر توبہ کرلے تو کیا حد جاری نہوگی قصاص نہ لیا جاوے گا ذرا انصاف کیجیے کہ آپکی یہ تقریر مضحکہ طفلان نہین ہے تو کیا ہے۔ جناب عالی یہ معرکہ علم و استعداد کا ہے

نہ جولانگاہ نیسواران معترض صاحب نے جناب امام رحمۃ اللہ علیہ کے اوس کشف کے بطلان
کی جو وجہ اول بیان کی تھی وہ تو ہباء منثورا کی طرح اوڑگئی رہی وجہ ثانی اوسکی بھی خبر لی جاتی ہے
ثم قال ص۱۲ ثانی یہ کہ دلیلون سے غسالہ کا پاک ہونا ثابت ہے۔ منتقی الاخبار مین ہے
(باب طہارۃ الماء المتوضا بہ) عن جابر بن عبد اللہ قال جاء رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یعودنی وانا مریض لا اعقل فتوضأ وصبّ وضوءہ علیّ وعن
حذیفۃ بن الیمان ان رسول اللہ علیہ وسلم لقیہ وھو جنب فحاد عنہ فاغتسل
ثم جاء فقال کنت جنبا فقال ان المسلم لا ینجس رواہ الجماعۃ الا البخاری و
الترمذی۔ انتہی۔ نیل الاوطار مین ہے استدل الجمہور الخ۔ **اقول** ان دونون
حدیثون مین سے کوئی حدیث غسالہ وضو کی طہارت پر دال نہین۔ اسلیے کہ پہلی حدیث کا
مطلب یہ ہے کہ جابر رض بیمار تھے اور غش مین پڑے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عیادت
کے لیے تشریف لائے آپنے وضو کیا پھر اپنا آب وضو اونپر ڈالدیا۔ اسمین یہ کہان ہے کہ جس
پانی سے آپ اعضاء دہو چکے تھے وہی غسالہ آپنے اونپر بہایا۔ کتب احادیث مین وضو بمعنی
فضل وضو بکثرت موجود ہے چنانچہ نسائی نے اسی حدیث کو باب الانتفاع بفضل الوضوء
کے تحت مین ذکر کیا ہے۔ اور فضل وضو کا اطلاق بقیہ آب وضو پر ظاہر ہے۔ پس غسالہ
وضوے نبوی کا حکم ادہر حدیثون سے جو کچھ ثابت ہو مگر یہ حدیث مفید مدعا نہین۔ اور اگر
بالفرض غسالہ وضو بھی مراد لیا جائے تو بھی کچھ حرج نہین کیونکہ غسالہ وضو کی نجاست کی وجہ
تو یہ کہی گئی ہے کہ اوسمین گناہون کی آلایش رہتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو
معصوم تھے آپکے غسالہ وضو مین گناہون کا میل کیون ہونے لگا جو نجس قرار پائے۔ دیکھیے
قاضی شوکانی کے نیل الاوطار کی تحریر آپکو کچھ بکار آمد ہوئی وفوق کل ذی علم علیم۔ رہی
دوسری حدیث اوسکا مضمون یہ ہے کہ حذیفہ رض جنب تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اونسے
[illegible]

اب نہا کر حاضر ہوا آپنے ارشاد فرمایا کہ مسلم نجس نہین ہوتا ہے۔ اس حدیث مین تو غسالۂ وضو کا
پتا تک نہین ہے۔ قاضی شوکانی نے نیل الاوطار مین صاحب منتقی الاخبار کی طرف سے وجہ استدلال
جو یہ بیان کی ہے کہ جب مسلم نجس نہین ہوتا تو بمجرد مماست کے غسالہ وضو کی نجاست کی کوئی وجہ
نہین۔ یہ توجیہ محض ناقص ہے کیونکہ مس ذکر مین بھی یہ تقریر چل جائیگی اور ہاتھ دہونا لغو
ٹہر جائیگا۔ اب ملاحظہ طلب یہ بات ہے کہ جناب امام کا کشف نجاست غسالہ کے متعلق نہین
بلکہ بات یہ ہے کہ حدیثون سے گناہون کا خارج ہونا ثابت ہوا اور سر باطن کی آنکھون سے
آب وضو کے ساتھ دنس ذنوب کو گرتے بھی دیکھا۔ پھر آپنے اجتہاد کیا تو بقول بعض روایت
نجاست غسالہ کے قائل ہوئے۔ اب غور فرمائیے کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ ان حدیثون سے
ہر غسالۂ وضو کی پاکی ثابت ہے تو بھی حضرت معترض کو کچھ مفید نہین کیونکہ آپنے دعوی
یہ کیا کہ یہ کشف ہی باطل ہے اور اوسی کے بطلان پر آپنے یہ حدیثین پیش کین اور انسے
ثابت کیا کرنے لگے کہ غسالۂ وضو طاہر ہے۔ اس سے تو غایۃ ما فی الباب خطاے اجتہاد
ثابت ہوتی ہے نہ خطاے کشف۔ افسوس آپنے اتنا بھی خیال نہین کیا کہ دعوی کیا ہے
اور دلیلون سے نکلتا کیا ہے۔ اور اگر علامۂ شعرانی کی تحریر سے آپ یہ سمجھے ہین کہ جناب امام کو
نجاست غسالہ کا کشف ہوا تھا جیسا کہ آپکی تحریر سے نکلتا ہے تو مین بجز اسکے اور کیا کہون
کہ اللہ تعالے ہر کسی کو ایسی صاف عبارت کی نافہمی سے بچائے جسکو دیکھکر مبتدیان فن بھی ہنس
پڑین۔ معترض کا جواب باصواب تو ہوچکا اب یہ بھی سُنلو کہ بعض روایت مین جناب امام سے
جو نجاست کا حکم مروی ہے اوسکو بعضون نے یون تطبیق دی ہے کہ نجاست کا حکم
اہل کشف کے حق مین ہے۔ عامۂ مسلمین کے لیے طہارت ہی کا حکم ہے۔ چنانچہ علامۂ شعرانی
نے میزان کبری مین لکھا ہے فالاول خاص باھل الکشف من العلماء والصالحین
والثانی خاص بعامۃ المسلمین۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ حتی الوسع غسالۂ وضو سے
[illegible] سے جنانچہ علامہ شعرانی نے شیخ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ الاولی لکل مقلد

مدت رضاعت

ان یجتنب غسالتا الماء المستعمل - ثم قال صـ۲۱ اور دیکھو مدت رضاعت تمام ائمہ
کے نزدیک بدلیل آیت حولین کاملین دو برس ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اڑھائی
برس ہے - حمله وفصاله ثلثون شهرا مین مذہب امام اعظم پر جمع ہونا حقیقت ومجاز
کا لازم آتا ہے وھو کما تری - علاوہ اسکے دونون آیتون مین تعارض لازم آتا ہے فتدبر
اسی طرح بہتیرے مجتہدات امام اعظم علیہ الرحمہ کے خلاف کتاب وسنت ہین - چونکہ اسکا بسط
یہان بے موقع ہے لہذا اسیقدر پر اکتفا کیا گیا - **اقول** - ع ز فرق تا بقدم ہر کجا
کہ می نگرم + کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست + جناب عالی آپنے یہ کہان سن لیا
کہ بجز امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تمام ائمہ کے نزدیک مدت فصال دو برس ہین - دور کیون
جائیے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی دو برس سے زیادہ رضاعت جائز ہے انکے
نزدیک ایک روایت مین دو برس دو مہینے اور ایک روایت مین دو برس ایک مہینہ اور
ایک روایت مین کچھ حد نہین جبتک لڑکے کو دودہ کی حاجت ہو پلا سکتے ہین - جب معلومات
اقدس کا یہی حال ہے تو خدا ہی حافظ - بہرکیف امام اعظمؒ وغیرہ کے نزدیک اگر آیۂ وَالْوَالِدَاتُ
یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَی الْمَوْلُوْدِ
لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۝ سے حرمت رضاعت بعد حولین ثابت نہین ہوتی
تو اونکا اجتہاد بہت صحیح ہے سباق وسیاق سے خوب روشن ہوجاتا ہے کہ یہان حرمت
رضاعت کا پتا تک نہین - یہان تو زوج اور زوجہ مطلقہ کے معاملات کا ذکر ہے - مطلب یہ ہے
کہ اگر زوج چاہے کہ زوجہ مطلقہ پر جبتک اوسکا حق استرضاع بالاجرۃ ثابت ہے بچے کو وہ
دودہ پلایا کرے تو ایسی حالت مین والدۂ رضیع کو دو برس تک دودہ پلانا ضرور ہے اور
زوج پر اوسکا نفقہ واجب ہے - دو برس کے بعد اوسکا حق جاتا رہا - ان آیتون سے یہ کہان
نکلتا ہے کہ ماں اپنے بچے کو تبرعاً بھی دو برس سے زیادہ دودہ نہین پلا سکتی - حاشیہ
بیضاوی مین ہے - والحاصل یرضعن لمن اراد من الاباء ان یتم الرضاعۃ بالاجرۃ

فھذا لا یقتضی ان انتہاء مدۃ الرضاعۃ مطلقاً بالحولین۔ اور تفسیر احمدی مین ہے
وبالحقیقۃ لیس ھو حجۃ لھم فیما ذھبوا الیہ من عدم زیادۃ الرضاع علی حولین
لانہ قید لوجوب ارضاع الوالدۃ ولدھا یعنی ان لیس الواجب علی الوالدۃ
ارضاع ولدھا عند التعذر الا حولین کاملین والزیادۃ تبرع منھا الخ اور تفسیر کشاف
مین ہے فان ارادا فصالا عن تراض منھما وتشاور فلا جناح علیھما فی ذلک زادا
علی الحولین او نقصا وھذہ توسعۃ بعد التحدید ۵ **الحاصل** آیۂ حولین کاملین
سے اگرچہ بادی النظر مین یہی سمجھا جاتا ہے کہ بعد حولین رضاعت حرام ہے اور اسی سبب سے
اکثر ائمہ دو ہی برس کے قائل ہوئے۔ مگر جن علما نے خوب غور کیا جیسے امام اعظم اور امام مالک
اور امام زفر وہ خوب سمجھ گئے کہ ہرگز اس آیت کو حرمت رضاعت سے کچھ علاقہ نہین۔ رہی
آیت حَمْلُہٗ وَفِصَالُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا۔ جسکی نسبت لوگون کا یہ خیال ہے کہ مذہب امام
اعظم پر درست نہین ہو سکتی۔ کیونکہ اگر یہ کہیے کہ ہر ایک کی مدت تیس ۳۰ مہینے ہین تو فصال کا
اڑہائی برس ہونا تو نکلا مگر اسکے ساتھ ہی اکثر مدت حمل کا بھی اڑہائی برس ہونا ثابت ہو گیا حالانکہ
امام صاحب کے نزدیک مدت حمل دو ہی برس ہین۔ اور اگر یہ کہیے کہ مجموع حمل و فصال کی
مدت تیس مہینے ہین تو یہی صورت قرار پائیگی کہ چھہ مہینے اقل مدت حمل کے اور دو برس اکثر
زمانۂ رضاعت کے ہین اور ان دونون کے ملانے سے تیس مہینے ہوتے ہین۔ المختصر پہلی
صورت مین حمل کا مسئلہ غلط ٹھہرتا ہے اور دوسری صورت مین رضاعت کا مسئلہ باطل
ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ تقریر بظاہر دلپذیر ہے مگر ذرا جائے غور ہے کہ یہ کوئی حدیث نہین جسکی
نسبت یہ گمان ہو کہ جناب امام کو نہ پہنچی۔ یہ تو آیت قرآنی ہے نظر سے گذرنا چہ معنی مدار
ضرور اسکے معانی سمجھنے مین کما حقہ اجتہاد کیا ہوگا اور ہر پہلو دیکھ لیا ہوگا پھر بھی جناب امام رح
جو اسی کے قائل ہوئے کہ اکثر مدت حمل دو برس ہین اور اکثر مدت رضاعت اڑہائی برس
تو اسکی کوئی وجہ ضرور ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ بعض وجوہ استدلال جناب امام ایسے غامض ہین

کر لوگون کا وہان تک پہونچنا کچھ آسان نہین۔ علماے حنفیہ سے جہان تک ممکن ہوا اپنے
مدارک کے موافق جناب امام کی طرف سے وجوہ استدلال بیان کیے ہین۔ چنانچہ اس آیۃ کریمہ
کے باب مین بعضون نے لکھا ہے کہ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ کا بیان ہے
وہ چھ مہینے مان کے پیٹ مین رہے تھے اور دو برس تک دودھ پیا تھا۔ اسکی تشریح تفسیر کبیر مین
موجود ہے۔ غرض کہ یہ واقعہ خاص ہے نہ حکم عام۔ اور بعضون نے لکھا ہے کہ حمل سے
مراد حمل بالاکف ہے۔ اور بعضون نے لکھا ہے کہ اسمین حمل و فصال کی اقل مدت کا بیان ہے
اقل مدت حمل چھ مہینے ہین اور اقل مدت ارضاع حولین کاملین ہے۔ شرح قدوری مین لکھا ہے
انما هو بيان لاقل مدة الفصال الا ترى انه فرق بين الحمل والفصال واراد اقل
مدة الحمل كذلك اراد اقل مدة الفصل۔ اور علامہ زیلعی نے شرح کنز مین لکھا ہے
کہ فصال سے مراد فصال استحقاق الاجرۃ عن الوالد ہے نہ فصال مدت رضاع۔ اور اگر اسیکو تسلیم
کر لین تو یہ اقل مدت رضاع کا بیان ہے نہ بیان حرمت رضاع بعد الحولین کا۔ اور بعضون نے
لکھا ہے کہ چوبیس ۲۴ کو مجازاً تیس کہہ سکتے ہین۔ چنانچہ تفاسیر مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم جب مبعوث ہوئے تھے تو حضرت ابوبکر چالیس ۴۰ برس سے کچھ کم تھے پھر بھی اونکی شان
مین قرآن پاک مین ہے بلغ اربعين سنة یہان اربعین کا اطلاق چالیس سے کم پر
مجازاً موجود ہے پس اوس آیت مین حمل و فصال مین سے ہر ایک کی مدت ثلثون شهراً
ہے۔ فصال کے لیے ثلثون شهراً بمعنی حقیقی ہے اور حمل کے لیے بمعنی مجازی جس سے
مراد چوبیس ۲۴ مہینے ہین کیونکہ حضرت عائشہ سے مروی ہے الولد لا يبقى فى بطن امه
اكثر من سنتين۔ رواہ البیہقی وغیرہ۔ چونکہ اس تقریر مین ایک ہی لفظ مین حقیقت و
مجاز کے اجتماع کا وہم ہوتا ہے۔ علامہ شامی نے یہ جواب دیا ہے کہ ثلثون شهراً جو مذکور ہے
وہ فصالہ کی خبر ہے نہ حمل کی اور حملہ کی خبر ثلثون شهراً مقدر ہے جسکے معنے مجازاً
چوبیس ۲۴ مہینے ہین۔ پس اس تاویل سے لفظ واحد مین حقیقت و مجاز کا اجتماع لازم نہین آتا۔

جب یہ تاویلات سُن چکے تو اب عرض یہ ہے کہ مین پہلے ہی کہہ چکا کہ جناب امامؒ کے بعض وجوہ استدلال بہت ہی دقیق ہین جنکو ظاہر یہ تو کیا بڑے بڑے علماے حقیقت شناس و فضلاے معرفت اساس بعض دفعہ نہین پا سکتے إِلَّا مَا شَاءَ اللهُ۔ تو سنو کہ اسی آیت سے حمل کی اقل مُدت چھہ مہینے اور اوسکی اکثر مُدت دو برس ہونا اور رضاعت کی مدت اڑھائی برس تک رہنا بلا تکلف ثابت ہے۔ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا جو مذکور ہے وہی ہر ایک کی خبر ہے یعنے حمل کی مدت بھی تیس مہینے ہین اور فصال کی مُدت بھی تیس مہینے ہین۔ فصال مین تو کچھہ دقت نہین۔ رہا حمل اوسکی توضیح یہ ہے کہ ولادت کے لیے کوئی مہینا معین نہین کوئی لڑکا چھہ مہینے مین اور کوئی سات مہینے مین اور کوئی آٹھہ مہینے مین پیدا ہوتا ہے اور اکثر نو مہینے مین پیدا ہوتے ہین اور کوئی اس سے بھی زیادہ دن مین پیدا ہوتا ہے ہان اقلِ مدّت چھہ مہینے ہین۔ اسیطرح اکثر مدت بھی کوئی نہ کوئی ضرور ہے اللہ تعالےٰ نے حمل کی مدّت اقل اور اکثر دونون کے مجموع کو ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا فرمایا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اقل مدت چھہ مہینے ہین تو اس سے نکل آیا کہ اکثر مدت حمل چوبیس مہینے ہین جسکے دو برس ہوئے کیونکہ تیس مہینے سے جب چھہ مہینے نکل گئے تو چوبیس مہینے رہگئے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کی اوس حدیث نے بھی اسکی تصریح کردی کہ اکثر مدّت حمل دو برس ہین۔ اور چونکہ رضاعت کے لیے جانبِ اقل کوئی حد نہین مان باپ جب مناسب دیکھین بچے کا دودھ چھڑا سکتے ہین لہذا صرف جانب اکثر کی حد ارشاد فرمائی۔ اس آیت کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ لڑکا چھہ مہینے سے لیکر دو برس تک مین پیدا ہو جاتا ہے اور بعد پیدا ہونے کے اڑھائی برس تک دودھ پی سکتا ہے۔ اب انصافانہ دیکھو کہ جناب امامؒ کا مذہب کس خوبی کے ساتھہ اسی آیت سے ثابت ہوگیا اور کوئی تکلف لازم نہ آیا۔ بخلاف اون اماموں کے بعد حولین حرمت رضاعت کے قائل ہین اونکو حمل کی اکثر مدّت کو نظر انداز کر کے صرف اقل مدّت کو لینا پڑا اس سے یہ کتنا بڑا نکرہ کہ حمل کا

بیان نہین بلکہ اوس حمل کا بیان ہے جو قلیل الوقوع ہے۔ حالانکہ فصاحت کے اعتبار حُسنِ عبارت اسیکو مقتضی ہے کہ ہر حمل کا حال بیان ہوا ہے اور اگر یہ نہین تو حمل کثیر الوقوع جو نو مہینے تک رہتا ہے اوسکا ذکر ہے۔ اور جناب امامؒ کی طرف سے جو اس آیت کا مطلب ابھی بیان کیا گیا اوس سے صاف ظاہر ہے کہ حمل خواہ کثیر الوقوع ہو یا قلیل الوقوع اس تحدید سے خارج نہین۔ اور نہ کہین تعارض ہوتا ہے اور نہ اجتماعِ حقیقت و مجاز لازم آتا اور نہ کچھ تکلف ہے۔ مگر چونکہ قطعی الدلالۃ نہین لہذا ہم کسی امام کی شان مین یہ گستاخانہ کلمہ نہین کہ سکتے کہ فلان نے قرآن کے خلاف کیا ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اب وہ زمانہ آیا کہ جو لوگ الف کے نام بے نہین جانتے وہ بھی بیدہڑک کہ اوٹھتے ہین کہ بہتیرے مجتہدات امام اعظم علیہ الرحمہ کے خلاف کتاب و سنت ہین۔ نعوذ باللہ من ذلک امام شعرانی نے میزان کبریٰ مین لکھا ہے۔ فاترک یا اخی التعصب علی الامام ابی حنیفۃ و اصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین وایاک وتقلید الجاھلین باحوالہ وما کان علیہ من الورع والزھد والاحتیاط فی الدین فتقول ان ادلتہ ضعیفۃ بالتقلید فتحشر مع الخسرین وتتبع دلتہ کما تتبعناھا تعرف ان مذھبہ رضی اللہ عنہ من اصح المذاھب کبقیۃ مذاھب المجتہدین رضی اللہ عنہم وان شئت ان یظھر لک صحۃ مذھبہ کالشمس فی الظھیرۃ لیس دونھا سحاب فاسلک طریق اھل اللہ تعالیٰ علی الاخلاص فی العلم والعمل حتی تقف علی عین الشریعۃ التی قدمنا ذکرھا **قال المؤلف** مذاہب اربعہ خصوصًا مذہب حنفی مین ہزارہا اولیاے کبار کہ مصداق العلماء ورثۃ الانبیاء ہین گزرے ہین

قال المعترض صـ شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ حنبلی مذہب تھے اور آپکی ولایت متفق علیہ ہے اور آپ تنہا ہزار ولی کے برابر ہین انشاء اللہ تعالے۔ تاج مکلل مین شیخ عبد القادر جیلانی کے ترجمے مین آپکا قول نقل فرمایا ہے کہ آپنے فرمایا کہ لا یکون للہ ولی

الاعلیٰ اعتقاد احمد بن حنبل - بطریق تنزل آپکے کلام سے اسقدر ضرور ثابت ہو
لہ اور مذہب کے ولی حنبلی المذہب کے ولی کو نہین پا سکتے - **اقول** اس فقرے کا
یہی مطلب ہو کہ بجز حنبلی المذہب کے اور مذہب والے ولی نہین ہو سکتے تو معترض صاحب
جو چارون مذہب سے خارج ہین حسب قول شیخ جیلانی علیہ الرحمہ چاہیے کہ اونکے مذہب مین بھی کوئی ولی نہو
او لجھا ہے پاؤن یار کا زلفِ دراز مین   لو آپ اپنے دام مین صیاد آگیا
آدمی مُنہ سے وہ بات نکالے کہ اپنی طرف کچھ آنچ نہ آئے اور لوگون مین ہنسا نجائے -
بہرکیف حضرت شیخ علیہ الرحمہ کا مطلب یہ ہو نہین سکتا کہ جب تک آدمی ہر مسئلے مین امام احمدؒ
کا ہم اعتقاد نہوگا تو ولی نہوگا کیونکہ یہ ظاہر البطلان ہے سید الطائفہ حضرت جنیدؒ بغدادی
وغیرہ حنبلی نہ تھے حضرت شیخؒ اونکی ولایت سے کیونکر انکار کر سکتے ہین - جناب من اسکا مطلب
یہ ہے کہ کوئی ولی ہو نہین سکتا جبتک اوسکو امام احمدؒ حنبل کا اعتقاد نہوگا - اور یہ بہت صحیح
فرمایا ہے جو لوگ ائمہ دین سے بدعقیدے ہین وہ کیا خاک ولی ہونگے - عقل و فہم بھی
عجب نعمت الٰہی ہے - خدا کسیکو نافہم نہ بنائے - اور معترض صاحب نے جو بطریق تنزل
یہ فرمایا ہے کہ اور مذہب کے ولی حنبلی المذہب کے ولی کو نہین پا سکتے بالکل مضحکہ طفلان ہے
کیونکہ جاننے والے خوب جانتے ہین کہ ولایت کے بہت سے درجے ہین - جس حنبلی نے
ابھی ولایت کے درجے مین قدم رکھا ہے وہ اوس غیر حنبلی سے کیونکر بڑھ جائیگا جو ولایت
کے کئی درجے طے کر چکا ہے - حق یہ ہے کہ آپ بیچارے کیا جانین کہ ولایت کیا چیز ہے
اور ولی کسکو کہتے ہین - **قال المؤلف** حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ایک
مکتوب مین تحریر فرماتے ہین - بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ میشود کہ نورانیت این مذہب
حنفی بنظر کشفی در رنگ دریاے عظیم مے نماید و سائر مذاہب در رنگ حیاض وجداول نظر
می درآیند الخ - **قال المعترض** صـــ کشف حجج شرعیہ سے نہین ہے الخ **اقول** جو کشف
حجج شرعیہ کے خلاف ہو وہ تو بیشک مقبول نہین مگر جو کشف کہ خلاف نہین اوسکے قبول کرنے

مین کیا عذر ہے۔ دیکھیے آپ ہی کے نواب صاحب ریاض المرتاض ص۲ مین لکھتے مین "کشف اولیاء والہام شان موجب علم ظنی ست الی قولہ پس عمل کردن موافق کشف والہام جائزست اگر مخالف قرآن وحدیث واجماع وقیاس صحیح جلی نباشد ثم قال ص ثانیاً جناب شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین مین یون فرماتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم را تامل کردم کہ نسبوے کدام یک مذہب ازین مذاہب فقہ میل دارد تا ہمان مذہب را تابع ومتمسک شوم ناگاہ ہمہ مذاہب نزد وے صلے اللہ علیہ وسلم یکسان ست الخ۔ **اقول** جناب شاہ ولی اللہ رح کے کشف کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جمیع مذاہب فقہیہ ایکسان ہین۔ اور یہ کشف حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے کشف کے کچھ خلاف نہین۔ ممکن نہین کہ ایک چیز دریا کی طرح ہو اور دوسری چیزین اوسکے آگے حوضون اور نہرون کے مانند ہون اور انسان کا میل ہر جانب یکسان ہو۔ اور اگر بالفرض یہ کشف حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے خلاف ہے تو حضرت مجدد ہی کے کشف کو ترجیح ہوگی کیونکہ شاہ ولی اللہ مرحوم اور حضرت مجدد مین وہی فرق ہے جو ذرہ وآفتاب مین ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ حضرت مجدد کا کشف امام شعرانی شافعی رح کے کشف کے موافق ہے۔ دیکھو وہ میزان کبریٰ ص۳۴ مین لکھتے ہین۔ وقد تقدم ان اللہ لما من علیّ بالاطلاع علی عین الشریعۃ رایت المذاہب کلہا متصلۃ بہا ورایت اطول الائمۃ جدولا الامام اباحنیفۃ ویلیہ الامام مالک ویلیہ الامام الشافعی ویلیہ الامام احمد بن حنبل الخ دیکھو حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے مذہب حنفی کو دریاے عظیم کے رنگ مین دیکھا اور مذاہب باقیہ کو اوسکے آگے حیاض وانہار کی طرح پایا اور امام شعرانی نے امام ابوحنیفہ رح کے مذہب کو نہر بزرگ پایا اور باقی ائمہ کے مذہب کو چھوٹی چھوٹی نہرون کے مانند دیکھا۔ غرضکہ دونون کا مآل ایکسا ہے۔ پس اس اعتبار سے بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے کشف کو ترجیح ہوئی۔ دیکھیے آپکے نواب صاحب ریاض المرتاض ص۲۱ مین لکھتے ہین "اگر یک کشف بر دو کس منکشف شدہ ودیگر کشف بر یک کس منکشف شدہ کشف دو کس اولیٰ بقبول ست

من وقتِ کشف اگر مردے اقوی شد کشف او قوی بہتر باشد از کشف جماعت و حکم الہام ہمچون
کشف ست علوی مرتبہ کشفہائے مجدد الف ثانی دریافت باید کرد کہ از سرچشمہ نصوص سر زدہ و کاہے
مخالف شرع نیفتادہ بلکہ بیشتر را شرع مؤید ست" حضرت معترض صاحب دیکھیے آپکے جناب
نواب صاحب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حق مین کیا فرماتے ہین۔ اب بھی چشم حق بین کھولیے
اور اپنے خیالات فاسدہ سے باز آئیے۔ **ثم قال** صفحہ ۲۹ ثالثاً اگر کشف اور منام حجت ہو تو منام
ابو جعفر محمد بن احمد الترمذی الحنفی ثم الشافعی کا بھی حجت ہوگا۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان
مین انکے ترجمہ مین انکے منام کو یون ذکر کیا ہے وکان یقول تفقہت علی ابی حنیفۃ
فرایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد المدینۃ عام حججت فقلت یا رسول اللہ
قد تفقہت بقول ابی حنیفۃ افاخذ بہ قال لا فقلت افاخذ بقول مالک بن انس
فقال خذ منہ ما وافق سنتی فقلت افاخذ بقول الشافعی فقال ما ہو بقولہ الا
انہ اخذ بسنتی ورد علی من خالفہا قال فخرجت فی اثر ہذہ الرؤیا الی مصر وکتبت
کتب الشافعی انتہی بقدر الحاجۃ۔ **اقول** مسلمانو معترض صاحب کی دیانت دیکھو
اپنے مطلب کی بات تو لیلی اور جو امر خلاف تھا اوسکو چھوڑ دیا۔ اوسی ابن خلکان نے
ابو جعفر محمد بن احمد کے حق مین یہ بھی لکھدیا ہے وکان قد اختلط فی اخر عمرہ اختلاطا
عظیما۔ جس سے ثابت ہے کہ وہ بزرگ آخر عمر مین مخبوط الحواس ہو گئے تھے عقل مین بہت
بڑا فتور آگیا تھا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص ایسا ہو گیا ہو جبتک یہ ثابت نہو کہ یہ روایت قبل
از فتور اونسے مروی ہے اوسکی روایت مقبول نہین۔ اسکے علاوہ اس منام کے اور بھی
جواب ہین مین اون سبکو نظر انداز کرکے یہ کہتا ہون کہ اس خواب مین مذہب حنفی کی برائی
کا تو کچھ ذکر نہین البتہ اتنا ہے کہ اونہون نے فقہ حنفی کو پڑھا تھا خواب مین آنحضرت صلعم
سے اوسپر عمل کرنے کو پوچھا آپنے اجازت ندی۔ اور مذہب شافعی اختیار کرنے کی ہدایت
فرمائی۔ کسی مصلحت خاص سے حنفی کا شافعی ہو جانا کچھ منع تو ہے نہین۔ ممکن ہے کہ اونکے لیے

کسی وجہ سے شافعی المذہب ہونا اچھا ہوگا۔ اسی سبب سے آپنے مذہب شافعی کی تعریف بیان فرماکر اوسی کے اخذ کی ہدایت فرمائی۔ بعض شافعیہ کو بھی خواب مین کسی اور مذہب کی طرف منتقل ہونے کی ہدایت نبوی ہوئی ہے۔ دیکھو علامہ محمد بن ناصر جو پہلے شافعی المذہب تھے اونکے ترجمے مین آپکے جناب نواب صاحب تاج مکلل صـ۱۳ مین لکھتے ہین۔ وخالط الحنابلة ومال الیهم وانتقل الی مذهبهم لمنام رای فیه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ثم قال مجدد رضی اللّٰہ عنہ نے دو باتین اور لکھی ہین چونکہ پوری عبارت کے لکھنے مین طوالت تھی لہذا اوسکا حاصل لکھ کے جواب دیا جاتا ہے۔ اول یہ کہ اکثر اہل اسلام حنفی المذہب ہین یہ بھی وجہ ترجیح اس مذہب کی ہے۔ ثانی یہ کہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے مخالفین اونکو اہل رای کہتے ہین امر اول ظاہر البطلان ہے اقول معترض صاحب کے فہم وفراست کی تعریف کرون یا آپکی دیانت کی داد دون۔ تسلیما تو حضرت معترض نے چالاکی سے اصل عبارت نہین لکھی ہے دیکھو حضرت مجدد علیہ الرحمہ جنکے حق مین خدا بخشے نواب صدیق حسن خان تقصار صـ۸۶ مین یون لکھتے ہین "شیخ احمد سرہندی قدوۂ اخیارست وزبدۂ مقربین ابرار امام ربانی ست ومجدد الف ثانی ذات وی آیتے بود از آیات الٰہی ونعمتے بود از نعمتہاے ربانی"۔ انتہی ملخصًا۔ اور جنکے مکتوبات کی نسبت صـ۸۷ مین لکھتے ہین کہ "این مکتوبات اصول عظیمہ ست ازبراے وصول بمنازل معرفت وقبول طالب صادق وسالک راغب را در ہیچ وقتے از اوقات از مطالعۂ آن بے نیازے حاصل نیست"۔ اور جنکے کشف کی نسبت ریاض المرتاض صـ۱۱ مین یون لکھتے ہین کہ "گاہے مخالف شرع نیفتادہ۔ وہی بزرگ اپنے مکتوبات جلد ثانی مکتوب پنجاہ وپنجم مین یون لکھتے ہین حضرت عیسٰے علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول کہ متابعت این شریعت خواہد نمود واتباع سنت آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام خواہد کرد ونسخ این شریعت مجوز نیست نزدیک ست کہ علماے ظواہر مجتہدات او را علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال دقت وغموض ماخذ انکار نمایند ومخالف کتاب وسنت دانند۔ مثل روح اللّٰہ مثل امام اعظم کوفی ست کہ برکت

تحریر مجدد الف ثانی درباب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

ورع و تقوی و بدولت متابعت سنت درجۂ علیا در اجتہاد و استنباط یافتہ ست کہ دیگران
در فہم آن عاجز اند و مجتہدات او را بواسطۂ دقت معانی مخالف کتاب و سنت دانند و او
و اصحاب او را اصحاب رائے پندارند کل ذلک لعدم الوصول الی حقیقۃ علمہ
ودرایتہ وعدم الاطلاع علی فہمہ وفراستہ - امام شافعی گرشمہ از دقت فقاہت
او علیہ الرضوان دریافت کہ گفت الفقہاء کلہم عیال ابی حنیفۃ - وائے از جرات نا

قاصر نظران کہ قصور خود را بدیگرے نسبت نمایند ؎	قاصرے گر کند این قافلہ را طعن قصور
حاش للہ کہ برآرم بزبان این گلہ را	ہمہ شیران جہان بستۂ این سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چیان بگسلد این سلسلہ را	

و بواسطۂ ہمین مناسبت کہ بحضرت روح اللہ دارد تواند بود آنچہ خواجہ محمد پارسا در فصول ستہ
نوشتہ است کہ حضرت عیسی علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام بعد از نزول بمذہب امام ابی حنیفہ
عمل خواہد کرد یعنی اجتہاد حضرت روح اللہ موافق اجتہاد امام اعظم خواہد بود نہ آنکہ تقلید
این مذہب خواہد کرد علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کہ شان او علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام
ازان بلند ترست کہ تقلید علمائے امت فرماید بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ میشود کہ نورانیت
این مذہب حنفی بنظر کشفی در رنگ دریائے عظیم می نماید و سائر مذاہب در رنگ حیاض و جداول
بنظر می درآیند و بظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ می آید سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند
علیہم الرضوان - و این مذہب با وجود کثرت متابعان در اصول و فروع از سائر مذاہب
متمیز ست و در استنباط طریق علحدہ دارد - و این معنی منبی از حقیقت ست - عجب معاملہ است
امام ابو حنیفہ رح در تقلید سنت از ہمہ پیش قدم ست و احادیث مرسل را در رنگ احادیث مسند
شایان متابعت می داند و بر رائے خود مقدم میدارد - و ہمچنین قول صحابہ را بواسطۂ شرف
صحبت خیر البشر علیہ و علیہم الصلوۃ والتسلیمات بر رائے خود مقدم می دارد - و دیگران
نہ چنین اند مع ذلک مخالفان او را صاحب رائے میدانند و الفاظیکہ منبی از سوء ادب اند
باو منتسب میسازند با وجود آنکہ ہمہ بکمال علم و وفور ورع و تقوی او معترف اند حضرت حق

سبحانہ وتعالےٰ ایشان را توفیق دہاد کہ آزارِ رأسِ دین و رئیسِ اسلام نہ نمایند و سوادِ اعظم اسلام را ایذا نکنند۔ یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھم۔ جماعہ کہ این اکابر دین را اصحاب رائے میدانند اگر این اعتقاد دارند کہ ایشان بہ رائے خود حکم میکردند و متابعت کتاب و سنت نمی نمودند پس سوادِ اعظم از اہلِ اسلام بزعم فاسد ایشان ضال و مبتدع باشند بلکہ از جرگہ اہل اسلام بیرون بوند۔ این اعتقاد نکند مگر جاہلے کہ از جہلِ خود بیخبرست یا زندیقے کہ مقصود ابطالِ شطر دین ست۔ ناقصے چند احادیث چند را یاد گرفتہ اند و احکامِ شریعت را منحصر دران ساختہ ما ورائے معلوم خود را نفی می نمایند و آنچہ نزد ایشان ثابت نشدہ منتفی میسازند

چو آن کرمے کہ در سنگے نہان ست		زمین و آسمانِ او ہمان ست

وائے ہزار وائے از تعصبہائے بارد ایشان و از نظرہائے فاسد ایشان۔ بانی فقہ ابوحنیفہ ست و سہ حصہ از فقہ او را مسلم داشتہ اند و در ربع باقی ہمہ شرکت دارند۔ در فقہ صاحب خانہ اوست و دیگران ہمہ عیال وے اند۔ با وجود التزام این مذہب مرا با امام شافعی گویا محبت ذاتی ست۔ و بزرگ میدانم لہذا در بعضے اعمالِ نافلہ تقلید مذہب او می نمایم۔ اما چہ کنم کہ دیگران را با وجود وفورِ علم و کمالِ تقوی در جنب امام ابی حنیفہ در رنگ طفلان می یابم انتہی

کلام - معترض صاحب نے اسی عبارت مذکورہ کا خلاصہ لکھا ہے۔ بھلا انصافاً نہ دیکھیے کہ اسمین یہ کہان ہے کہ اکثر اہل اسلام حنفی المذہب ہین اس وجہ سے بھی اس مذہب کو ترجیح ہے۔ حضرت مجددؒ تو یہ فرماتے ہین کہ کشف صحیح سے روشن ہوتا ہے کہ مذہب حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی طرح ہے اور اوسکے آگے اور مذاہب حوضون اور نہرون کے مانند ہین اور ظاہر مین بھی امام اعظمؒ ہی کے اتباع بکثرت نظر آتے ہین جو لوگ امام ابوحنیفہ اور اونکے اتباع کو طعن سے اہل رائے کہتے ہین اسلام کی بھاری جماعت کو گویا گمراہ خیال کرتے ہین اور بُرا بھلا کہکے سوادِ اعظم اسلام کو ایذا اپہونچاتے ہین۔ معترض صاحب کچھ تو خدا سے شرمائیے لا اصل عبارت نہ لکھنا اور مطلب گہڑ کے اعتراض جمانا کونسی دیانت ہے۔

آپنے جہلا کی فریب ہی کے لیے چالاکی تو کی مگر آخر کسکا پردہ کھل گیا اور کسکو ندامت حاصل ہوئی - اب آپ اپنی حرفت کا اقرار کیجیے اور اگر یہ نہین تو نافہمی عبارت کا اظہار فرمائیے جناب عالی چھوٹا مُنہ بڑی بات اکابر سے اونجھنے کا نتیجہ یہی ہے کہ طفل دبستان تک نہین اور علم و فہم کی داد دین **ثم قال** اور کثرت شیوع مذہب حنفی کی یہ ہے کہ اکثر سلاطین حنفی المذہب گذرے ہین اور بفحواے الناس علےٰ دین ملوکھم رعایا بھی حنفی ہوتی تھی پس کثرت مذہب حنفی کی من وجہ السلاطین ہوئی بخلاف مذاہب ثلاثۂ باقیہ کہ اونکی کثرت محض من تائید رب العالمین ہوئی - **اقول** یہ محض افترا ہے آجتک کسی ذی فہم نے یہ نہین لکھا کہ چونکہ اکثر سلاطین حنفی المذہب گذرے ہین رعایا بھی حنفی المذہب ہوگئی - ہان حجۃ اللہ البالغہ مین شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے وکان اشھر اصحابہ ذکرا ابو یوسف فولی قضاء القضاۃ ایام ھارون الرشید فکان سببًا لظھور مذھبہ فی قطار العراق وما وراء النھر غالبًا خوش فہمی سے آپکا ماخذ یہی ہے حالانکہ اسکا مطلب صاف ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ ذکر مسائل جناب امام مین مشاہیر تلامذہ سے تھے - جب قاضی ہوئے اور مسائل استاد کو ظاہر کرنے لگے تو لوگ آپ کے مسائل سے خوب واقف ہو گئے اور اقطار عراق و ماوراء النہر مین آپکا مذہب جاری ہوگیا - اسکو الناس علیٰ دین ملوکھم سے کیا علاقہ معترض صاحب اگر قول کے سچے ہین تو ثابت کر دکھائین کہ قبل شیوع مذہب حنفی اکثر سلاطین حنفی المذہب گذرے ہین - اللہ رے تعصب کہ حنفیون کی کثرت تو من وجہ السلاطین قرار پائے اور مذاہب ثلاثۂ باقیہ من تائید رب العالمین - اچھا صاحب حنفیت مین رعایا کی کثرت تو من وجہ السلاطین قرار پائی سلاطین کی کثرت آخر کس وجہ سے ہوئی - حضرت اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ معرکۂ علم و استعداد ہے نہ جولانگاہِ نیسواران - **ثم قال** ثانی امر بھی باطل ہے اسلیے کہ اکابر امت نے جنپر دار مدار صحت حدیث ہے آپکو اہل راے کہا ہے **اقول** اہل الرای کا استعمال دو طرح ہے ایک تو بمعنی صاحبِ عقل سلیم جسکی تعریف جابجا قرآن و حدیث سے نکلتی ہے

وہ دوسرے یعنی خود راے جسکی مذمت ثابت ہے۔ اکابر اُمت نے جناب امام کو جو امام اہل الراے وغیرہ کہا ہے تعریف کے مقام مین کہا ہے یعنے عقلا کے امام۔ اور مخالفین نے جو اہل الراے کہا ہے وہ طعن سے کہا ہے حضرت مجدد نے ایسے ہی لوگون کی خبر لی ہے سباق وسیاق اسپر دال ہین پس جو حضرات ایسے ہین کہ جناب امام کو خود راے جانتے ہین وہ بلاشک نہایت ہی بُرے ہین۔ جناب مجددی پر کیا موقوف ہے۔ اکثر علما کی تحریر سے ثابت ہے کہ مخالفون نے جناب امام کو طعن سے اہل الراے کہا ہے دیکھو قطب ربانی امام شعرانی میزان کبریٰ ملا مین لکھتے ہین ولا عبرة لکلام بعض المتعصبین فی حق الامام ولا بقولهم انه من جملة اهل الرای بل کلام من یطعن فی هذا الامام عند المحققین یشبه الهذیانات۔ یعنے بعض متعصبین نے جناب امام کے حق مین جو کچھ کلام کیا ہے نہ اوسکا کچھ اعتبار ہے اور نہ اون لوگون کے اس قول کا کچھ اعتبار ہے کہ جناب امام اہل الراے سے تھے بلکہ جو لوگ اونکے حق مین طعن کرتے ہین محققین کے نزدیک اونکی باتین ہذیانات کے مشابہ ہین۔" معترض صاحب بگوش ہوش سنیے کہ رَاعِنَا کے معنی بُرے نہ تھے مگر یہود کچھ اور معنی لیکر حقارت سے آپکو راعنا کہتے۔ اللہ تعالے نے آیت لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا (یعنی ہمارے پیر وا ہے ۱۲) نازل فرمائی۔ پس جو لوگ جناب امام سے بدظن ہین اور اونپر طعن کیا کرتے ہین جب وہ طعن سے یہ لفظ استعمال کرینگے تو عند الناس بھی ضرور قابل مواخذہ ٹھیرینگے۔ اور اونکا یہ عذر قابلِ سماعت نہوگا کہ اکابر دین نے بھی آپکو امام اہل الراے کہا ہے ع
ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ **ثم قال** ضـ میزان الاعتدال مین ہے النعمان بن ثابت بن زوطی ابو حنیفة الکوفی امام اهل الرای ضعفه النسائی من جهة حفظه وابن عدی واخرون انتهی۔ **اقول** اس عبارت کو معرض استدلال مین پیش کرنا ہرگز صحیح نہین۔ کیونکہ یہ بلاشک الحاقی ہے دیکھو مجدد العصر استاذنا مولانا محمد عبد الحی مرحوم غیث الغمام مین اس عبارت کی نسبت لکھتے ہین ان هذه العبارة لیست لها اثر فی

بعض النسخ المعتبرة علی ما رایتہا بعینیؒ یعنے بعض معتبر نسخون مین جنکو مین نے دیکھا ہے اس عبارت کا کچھہ پتا نہین ہے - اور بہت بڑی دلیل اسکے الحاقی ہونے پر یہ ہے کہ علامہ عراقی نے شرح الفیۃ الحدیث مین لکھا ہے لکنہ ذکر فی کتاب الکامل کل من تکلم (ای ابن عدی ۱۲) فیہ وان کان ثقۃ وتبعہ علی ذلک الذہبی فی المیزان الا انہ لم یذکر احدا من الصحابۃ والائمۃ المتبوعین - یعنی لکن ابن عدی نے اپنی کتاب کامل مین کل متکلم فیہ کو ذکر کیا ہے گو وہ ثقہ ہو - اور ذہبی نے اپنی میزان مین ابن عدی کی پوری پیروی کی ہے مگر اتنا فرق ہے کہ ذہبی نے کسی صحابی کو اور ائمہ متبوعین مین سے کسی امام کو ذکر نہین کیا ہے اور سخاوی نے فتح المغیث مین لکھا ہے لکنہ التزم ان لا یذکر احدا من الصحابۃ والائمۃ المتبوعین - یعنے لیکن ذہبی نے التزام کیا ہے کہ میزان مین نہ کسی صحابی کو لکھونگا اور نہ ائمہ متبوعین مین سے کسی امام کو ذکر کرونگا - اور علامہ سیوطی نے تدریب الراوی مین لکھا ہے لم یذکر احدا من الصحابۃ والائمۃ المتبوعین - یعنے ذہبی نے کسی صحابی اور کسی امام متبوع کا حال نہین لکھا ہے - اب ملاحظہ فرمایئے کہ یہ تینون محدث جو نقاد فن تھے جنکی نظر سے خدا جانے کتنی دفعہ میزان الاعتدال گذری ہوگی کس زور شور سے لکھ رہے ہین کہ ذہبی نے میزان الاعتدال مین کسی امام متبوع کو ذکر ہی نہین کیا ہے - پس معلوم ہوا کہ جن نسخ مین یہ عبارت ہے بلاشک الحاقی ہے - اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حاشیہ کو لوگ غلطی سے اصل کتاب کی عبارت سمجھکر داخل کر لیتے ہین چنانچہ میر قطبی کا حاشیہ جو علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی سے ہے چھاپنے والون نے جابجا اوسکی عبارت میر قطبی مین داخل کر دی ہے اور عبارت ایسی مربوط ہو گئی ہے کہ پتا نہین چلتا کہ یہ عبارت حاشیہ کی ہے - میر قطبی یا حاشیۂ عبد الحکیم کے صحیح نسخون کے دیکھنے سے اس اشتمال کی حقیقت کھل جاتی ہے - اسی طرح کسی صاحب نے میزان الاعتدال کے حاشیے پر یہ عبارت لکھی ہوگی کاتبون نے اصل کتاب کی عبارت سمجھکر داخل میزان کر لی - یا قصدًا کسی ناعاقبت اندیش نے حسد سے اسکو ملحق کر دیا ہے المختصر

یہ عبارت الحاقی ہے اسکو معرض استدلال مین پیش کرنا ہرگز صحیح نہین۔ ثم قال الخ بلکہ بخاری
نے کتاب الضعفا مین لکھا ہے کان مرجیا سکتوا عن رایہ وعن حدیثہ۔ اقول
بخاری کی کتاب الضعفا مشہور چھپی نہین اور اسکے نسخے نادر الوجود ہین مین نے بہت تلاش
کی ہندوستان کے نامی کتبخانے بھی اس کتاب سے خالی ہین۔ معترض صاحب نے تو خواب
مین بھی نہ دیکھی ہوگی۔ بعضون نے اس عبارت کو بخاری کی طرف منسوب تو کیا ہے مگر کتاب
کا حوالہ نہین دیا خدا جانے معترض صاحب کو کیونکر پتا ملگیا کہ بخاری کی کتاب الضعفا کی عبارت
ہے جسطرح آپکے اور حوالے محض جھوٹ ثابت ہوئے عجب نہین کہ یہ بھی اوسی قبیل سے
ہو۔ اور اگر بالفرض یہ حوالہ صحیح ہے تو ہم کیونکر مان لین کہ امام ابوحنیفہ رح کے حق مین لکھا ہے
اس عبارت مین تو جناب امام کا کچھ ذکر نہین ممکن ہے کہ کسی اور کے حق مین لکھا ہو۔ مگر
خوش فہمی سے جناب امام کے حق مین سمجھے۔ بہرکیف کتاب الضعفا کے جس مقام کی یہ
عبارت ہے معترض صاحب وہانکی پوری عبارت بلاکم وکاست بحوالہ مقام نقل کرکے
دکھائین اوسوقت ہمسے اسکا جواب باصواب لین۔ سردست اسکا یہی جواب کافی ہے
کہ کان کا اسم مذکور نہین۔ ہم کیونکر تسلیم کرلین کہ امام اعظم رح کے حق مین لکھا ہے۔ جب آپ
پوری عبارت نقل کرکے پیش کرینگے اوسوقت دیکھا جائیگا۔ مگر اتنی بات ملازمان اقدس کے
گوش گذار ہے کہ جناب امام عالی مقام کیطرف ارجا کا انتساب محض اتہام بیجا ہے دیکھو
علامہ ابن الاثیر جزری جامع الاصول مین جناب امام کی نسبت بعد مناقب کثیرہ لکھتے ہین
وقد نسب الیہ وقیل عنہ من الاقاویل المختلفۃ التی نجل قدرہ عنہا
ویتنزہ منہا من القول بخلق القرآن والقول بالقدر والقول بالارجاء وغیر
ذلک مما نسب الیہ ولاحاجۃ الی ذکرہا ولا الی ذکر قائلہا والظاہر انہ
کان منزہًا عنہا۔ یعنی امام ابوحنیفہ رح کی طرف چند اقوال مختلفہ جنسے اونکی کسر شان
ہوتی ہے منسوب کیے گئے ہین جیسے وہ خلق قرآن کے قائل تھے قدری تھے۔

مرجی تھے اسی طرح اور باتین بھی اونکی طرف منسوب کی گئی مین جنکے ذکر کی کچھ حاجت نہین اور نہ اسکی کچھ ضرورت ہے کہ کسنے منسوب کیا ہے اور یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ وہ ان باتون سے بالکل پاک تھے - اور علامہ ابن حجر مکی نے خیرات الحسان مین لکھا ہے فقد قال ابن عبد البر کان ابو حنیفة یحسد وینسب الیه ما لیس فیه ویختلق علیه ما لا یلیق به - یعنی ابن عبد البر نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ حسد کیے جاتے تھے جو بات اونمین نہ تھی حسد سے اوسکی طرف منسوب کیے جاتے تھے - اور جس امر کے وہ لائق نہ تھے وہ اونپر بہتان باندھا جاتا تھا - ثم قال [۱۳] اسی طرح سرخیل اولیا نے غنیۃ الطالبین مین انکو منجملہ مرجیہ کے گنا ہے اگرچہ بعض نے اس ارجا کی تاویل کی ہے - **اقول** یہ محض افترا و بہتان ہے - غنیۃ الطالبین مین ہرگز لکھا نہین کہ امام ابو حنیفہ فرقۂ مرجیہ سے تھے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کیا آپ اصحاب ابی حنیفہ اور ابو حنیفہ کے معنے ایک ہی جانتے ہین - جناب عالی غنیہ مین اور ہی لوگونکی نسبت ارجا کا حکم مذکور ہے - دیکھو غنیہ صفحہ ۲۳ مین یون ہے - واما المرجیة ففرقها اثنی عشر فرقة [۱]الجهمیة و[۲]الصالحیة و[۳]الشمریة و[۴]الیونسیة و[۵]الیونانیة و[۶]النجاریة و[۷]الغیلانیة و[۸]الشبیبیة و[۹]الحنفیه و[۱۰]المعاذیة و[۱۱]المریسیة و[۱۲]الکرامیة - یہان جو حنفیہ کو فرقۂ مرجیہ سے گنا ہے تو خود غنیہ مین اسکی توجیہ یون لکھی ہے - واما الحنفیة فهم بعض اصحاب ابی حنیفة النعمان بن ثابت - یعنے حنفیہ کون کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اصحاب - پس ظاہر ہوگیا کہ تاویل تو درکنار اس عبارت مین جناب امام کے بعض ساتھیون کے مرجی ہونے کا ذکر ہے نہ کہ خود جناب امام کو مرجیہ سے گنا ہے - ہان جناب بحث تو یہ تھی کہ اہل الرائے کا لقب جناب امام کے حق مین کیسا ہے آپنے جو بے محل ارجا کی بحث دہر گھسیٹی مضحکہ طفلان کے علاوہ بغض و عداوت نہین ہے تو کیا ہے - آپکی چالاکی دیکھیے کہ آپنے ارجا کا حکم تو صاف صاف لکھدیا مگر اس خیال سے کہ کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ آپکے نواب صاحب نے دلیل الطالب صفحہ ۱۶۵ مین یہان ارجا کے تو اور کچھ معنے بیان کیے ہین - آپنے دبی زبان [۱۴]

ذم ... موسوم ... ابن ... ان ... صفحہ ۱۲ ... سطر ۱۱ ... فیروزی ... عبارت ... نقل ... ارد ... اور ... الحکام ... بعد ... تعریف ... محمد بن ... موسوم

یہ بھی کہدیا کہ اگرچہ بعض نے اس ارجاء کی تاویل کی ہے "جناب من اس تحریر سے آپکی برات
نہین ہوسکتی۔ اگر کوئی شخص کسی صحابی کی برائیان لکھے کہ فلان فلان نے لڑائی مین ایسا کیا
اور ویسا کیا اگرچہ بعض نے اسکی تاویل کی ہے۔ تو کیا اس کہنے سے وہ ماخوذ نہوگا جناب عالی
اولاً ملازمان اقدس کی تحریف مسلمانی و دیانت کے خلاف ہے ثانیاً ایسی عبارت جس سے
ناحق کسر شان ہوتی ہو اوسکو نقل کرنا عوام کو بہکانا ہے۔ آپ کو قیامت مین خدا کو مُنہ دکھانا
ہے یا نہین آپ وسوقت اس تحریف و تضلیل کا کیا جواب دینگے۔ ؎ حشر مین تجھسا جفا کا
و خدا سا منصف ✤ دل سا انصاف طلب اور شہادت میری ✤ یہ یاد رہے کہ اگر قیامت
تک مخالفین جناب امامؒ خاک چھانین گے تو جناب امامؒ پر کچھہ حرف نہین آسکتا اور بقول علامہ
شعرانی طعن کرنے والون ہی کا قول ہذیانات سے سمجھا جائیگا۔ **ثم قال** ص۳۲ اور علم حدیث مین
تو وہ نزدیک جملہ محدثین کے قوی نہین بلکہ ضعیف ہین۔ **اقول** یک نشد دو شد دیکھو شیخ الاسلام
حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب مین لکھا ہے۔ قال محمد بن سعد سمعت
یحیی بن معین یقول کان ابوحنیفة ثقة لا یحدث بالحدیث الا بما یحفظه
اور علامہ ابن حجر مکی نے خیرات الحسان مین سفیان کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کان ثقةً
صدوقاً فی الفقه والحدیث ماموناً علی دین الله۔ اور علی بن مدینی کا یہ قول نقل کیا
ہے ہو ثقة لا باس به۔ جناب معترض صاحب آپنے یہ کیا ستم کیا کہ بے دھڑک لکھدیا
کہ جملہ محدثین کے نزدیک قوی نہین۔ دیکھیے یحیی بن معین اور سفیان اور علی بن مدینی جناب
امامؒ کے حق مین کیا فرماتے ہین۔ اب انسے بڑھکے نقاد رجال کون ہوگا۔ رہی بعضون کی
تضعیف وہ جرح مبہم ہے نہ مفسر۔ تعدیل ثقات کے مقابلے مین جرح مبہم کب قابل اعتبار ہے
کما حُقق فی اصول الحدیث۔ **ثم قال** ص۳۲ شعرانی کہتے ہین ان عذر ابی حنیفة فی
کثرة القیاس عدم بلوغ الاحادیث الصحیحة الیه فی زمنه انتهی۔ **اقول**
یہ بھی افترا ہے شعرانی نے کہین یہ عبارت نہین لکھی۔ اگر آپ سچے ہین تو لکھیے کہ شعرانی کی

کس کتاب مین کس جگہ یہ عبارت ہے۔ مگر مین خوب جانتا ہون کہ قیامت تک آپ انشاء اللہ تعالے بتانہ بتا سکین گے۔ آپسے پہلے آپکے بعض ہم مشرب بھی اس قول کو شعرانی کی طرف منسوب کر چکے ہین اور عجب نہین کہ آپنے وہین سے اوڑا لیا ہو مگر افسوس اتنا نہین خیال کیا کہ جب تصحیح نقل طلب ہو گی تو غلطی کھل جائیگی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ **ثم قال** اہل حدیث کا عقیدہ کچھ امام کے ساتھہ برا نہین ہے۔ **اقول** جو لوگ درحقیقت اہل حدیث ہین وہ جناب امام سے بدعقیدہ کیون ہونے لگے وہ تو جان و دل سے آپکے مداح ہین اور مخالفون کو پاگل اور اونکی طعن و تشنیع کو ہذیانات تصور کرتے ہین مگر ایرے غیرے نتھو خیرے جو دو حرف پڑھکر اہل حدیث بن بیٹھے ہین اونکے خیالات جناب امام عالی مقام کے حق مین جو کچھ ہین وہ ظاہر ہین۔ عیان راچہ بیان۔ جناب عالی امام صاحب کو مرجی تک کہتے چلے جائیے پھر بھی برارت ظاہر کیجیے اے سبحان اللہ ماشاء اللہ۔ ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند + **قال المؤلف** ہمارے[1] حضرت فرماتے تھے کہ جو قرب امام اعظم کو اللہ تعالے سے نظر آتا ہے کسی امام کو نہین اور امام بخاری و مسلم اونکے رتبے کو نہین پاتے۔ **قال المعترض** کاش اگر کتاب صحیح بخاری کو من اولہ الی آخرہ تعمق کی نظر سے دیکھہ لیے ہوتے تو البتہ بخاری کے علم اور فضل اور سرعت فہم اور جودت طبع اور دقت نظر کا اندازہ لگ جاتا اور یہ نفرماتے کہ بخاری اور مسلم اونکے رتبے کو نہین پاتے۔ **اقول** اگر ہم تسلیم بھی کرلین کہ امام بخاری کا علم جناب امام اعظم کے علم سے بڑہا ہوا تھا تو جاے غور ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ نے امام اعظم کے قرب الٰہی کی نسبت ارشاد فرمایا ہے نہ علم کی نسبت اور قرب الٰہی زیادت علم پر کچھہ موقوف نہین بعض کم علم ایسے مقرب بارگاہ الٰہی ہو جاتے ہین کہ بڑے بڑے ذی علم اوسکی گرد کو نہین پہونچتے پس آپکی یہ تقریر آپکے علم و استعداد و فہم خداداد پر دال ہے **ثم قال** زیادت علم بخاری و مسلم علم الامام ابو حنیفہ پر ایک ایسی چیز ہے جسکا کوئی شخص انکار نہین کرسکتا۔ **اقول** یہ آپکا اور آپ کے ہمصفیرون کا خیال خام ہے جو لوگ زمانہ نبوی سے جسقدر زیادہ قریب اور علم کے

[1] یعنی مجدد امام قطب الاقطاب حضرت سیدنا و مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی مدظلہ ۱۲

طالب تھے اونکو اوتنا ہی زیادہ علم تھا۔ آنحضرت صلعم کے زمانے کے بچے بچے سیکڑون حدیثین جانتے تھے اسیطرح تابعی اور تبع تابعی علی قدر مراتب اونکو علم تھا۔ جناب امام سنہ؁ مین پیدا ہوئے تھے اوسوقت بیشمار تابعی اور بعض صحابہ زندہ تھے۔ آپنے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جو جلیل القدر صحابی تھے دیکھا تھا چنانچہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین لکھا ہے رأی انس بن مالک غیر مرۃ لما قدم علیھم الکوفۃ۔ یعنے امام ابوحنیفہ نے کئی دفعہ انس بن مالک کو دیکھا تھا کیونکہ وہ کوفے مین جہان ابوحنیفہؒ وغیرہ کا مکان تھا گئے تھے جب جناب امام ایسے متبرک زمانے مین تھے تو اونکے احادیث جاننے کا کیا ذکر۔ البتہ جناب امام تحدیث مین بہت احتیاط رکھتے تھے قرآن و حدیث سے مسئلے استنباط کرکے لوگون کو بتا دیا کرتے تھے۔ بخاری وغیرہ کی طرح کوئی حدیث کی کتاب خود نہین لکھی۔ اس سبب سے مخالفین امام کو بہت کچھہ موقع ملگیا۔ کوئی کہتا ہے کہ امام صاحب حدیث ہی نہین جانتے تھے کوئی لکھتا ہے کل سترہ حدیثین جانتے تھے۔ جسکے جی مین جو آتا ہے کہدیتا ہے۔ امام بخاری اور مسلم کے علم و فضل کو کون مسلمان ہے جو نمانیگا۔ مگر گفتگو تو اسمین ہے کہ وہ جناب امام سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ اگر آپ سچے ہین تو محدثین کبار و علماے نامدار کا قول دکھائیے کہ بخاریؒ وغیرہ امام ابوحنیفہؒ سے علماً بڑھے ہوئے تھے۔ جناب عالی چشم حق بین کھولیے اور ملاحظہ فرمائیے کہ صحیح مسلم صفحہ ۳۱۲ مین ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لو کان الدین عند ثریا لذھب بہ رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناولہ یعنے اگر دین ثریا کے پاس بھی ہوگا تو ابناء فارس مین سے ایک مرد پالیگا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص اس حدیث کا مصداق ہوگا اوسکے علم و فضل کا کیا کہنا۔ دیکھیے امام ابوحنیفہ اصحاب صحاح ستہ یعنے بخاری مسلم ابوداود ترمذی نسائی ابن ماجہ یہ سب کے سب ابناء عجم سے تھے مگر علما نے اسکا مصداق امام ابوحنیفہؒ ہی کو ٹھیرایا ہے۔ دیکھو علامہ سیوطی شافعی جنکا فن حدیث مین ڈنکا بجتا ہے اس حدیث کی نسبت کہتے ہین ھذا اصل صحیح یعتمد علیہ

عدم تقلید کی حدیث... محرر... (marginal notes)

دوسری روایت من رجل کی جگہ رجال بھی وارد ہے

فی البشارۃ بابی حنیفۃ وفی الفضیلۃ التامۃ لہ یعنے امام ابوحنیفہ اور اونکی فضیلت تامہ کی بشارت کے باب مین یہ حدیث صحیح معتمد علیہ ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی نے خیرات الحسان مین علامہ سیوطی کے بعض تلامذہ کا یہ قول نقل کیا ہے وما جزم بہ شیخنا ان الامام ابا حنیفۃ ھو المراد من ھذا الحدیث ظاھر لاشک فیہ لانہ لو یبلغ احد من ابناء فارس فی العلم مبلغہ۔ یعنی ہمارے اُستاد نے جو یہ جزم کیا ہے کہ اسکے مصداق امام ابوحنیفہ ہین بلاشک صحیح ہے کیونکہ ابناے عجم مین کوئی شخص اونکے مبلغ علم کو نہین پونہچا معترض صاحب دیکھیے کہ یہ بزرگ باواز بلند کہ رہے ہین کہ ابناء فارس مین سے کوئی بھی امام ابوحنیفہ کے علم کو نہین پونہچا پس آپکا یہ فرمانا کہ زیادت علم بخاری ومسلم علم امام ابوحنیفہ پر ایک ایسی چیز ہے جسکا کوئی شخص انکار نہین کرسکتا" ہباءً منثور کی طرح اڑ گیا۔ اسیواسطے مین کہتا ہون کہ یہ معرکہ علم واستعداد ہے نہ جولانگاہ نی سواران۔ **ثم قال** رہا قرب امام اعظم کا اللہ تعالےٰ سے سو اللہ ہی جانے ایسے محل مین کسی بزرگ کا کشف والہام حجت نہین ہوسکتا ہے جب تک کہ خدا ورسول حق مین کسی بندہ مقبول کے ایسی خبر نہ دین۔ **اقول** اسکا علم یقینی توبیشک سوا اللہ کے کسیکو نہین مگر بطور ظن کے کشف سے آپکا مرتبہ ایساہی ثابت ہے۔ ولی را ولی می شناسد مثل مشہور ہے۔ اگر آپ خفا نہون تو مین آپسے پوچھون کہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حق مین جو آپنے صفحہ مین یہ تحریر فرمایا ہے کہ آپ تنہا ہزار ولی کے برابر ہین۔ ذرا ارشاد ہو کہ خدا ورسول نے توکہین اونکے حق مین کہا نہین کہ وہ ہزار ولی کے برابر ہین یا وہ ولی ہین۔ اور کسی کی ولایت توبچشم ظاہر نظر نہین آتی پھر آپکو کیونکر علم ہوگیا کہ وہ ولی بلکہ تنہا ہزار ولی کے برابر ہین فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ **قال المؤلف** ہمارے حضرتؒ فرماتے تھے کہ ایک مرید حضرت شاہ آفاقؒ کے بھوپال مین نوکر تھے اوس زمانے مین کہ وہان کے نواب کو جنگ درپیش تھی۔ اثناے جنگ مین ایک سکھ نے اونکو بھالا مارا اونھون نے اوسیوقت حضرت شاہ آفاقؓ کو یاد کیا آپنے اپنی پشت مبارک پر جھیل لیا اور وہ مرید بچگیا حضرت کی پشت مبارک سے خون

روان ہوا وہان آپکے ایک مرید جو بہت شوخ تھے حاضر تھے باصرار استفسار کرنے لگے آخر
آپنے بیان فرمادیا اور بسم اللہ کرکے اپنی پشتِ مبارک پہ ہاتھ پہیرا خون بند ہوگیا گویا زخم ہی
نہ تھا- **قال المعترض** یہ کرامت کئی وجہون سے صحیح نہین ہوسکتی- **اقول** آپنے عدم صحت
پر جتنے وجوہ قائم کیے ہین سب مضحکۂ طفلانہ ہین کما سیجئ- **ثم قال** ص اولاً اسلیے کہ بیانِ
عنوان سے یہ ظاہر ہے کہ ضرب بھالے کا اوس مرید پر واقع ہوگیا تھا بعد اسکے اوس مرید نے
حضرت شاہ آفاق کو یاد کیا ہے اور حضرت شاہ آفاق نے اوسکو بچالیا- پس یہ بیان اول
بیان کے مخالف ہے- غرض ان دونون بیانون مین ایک جھوٹ ضرور ہے **اقول** مین
حیران ہون کہ آپکے علم و استعداد کی تعریف کرون یا فہم خداداد کی داد دون- جناب من اگر
عنوانِ بیان کا مطلب یہی ہے کہ سکھ نے بھالا مارا اور زخم کارگر ہوگیا تو بیان مطلب یہ ہے
کہ حضرت شاہ آفاق قدس سرہٗ نے اوس زخم کو کرامت کے زور سے اپنی پیٹھ پہ لے لیا اور
وہ مرید جان سے بچگیا- فرمایئے اب مطلب دلنشین ہوا یا نہین- مجھے کمال افسوس ہے کہ
یہ مطلب طفل دبستان تک سمجھ سکتے ہین مگر آپ نہ سمجھے- **ثم قال** ص ثانیاً شدائد کے وقت
غیر خدا کو یاد کرنا شرک ہے الخ **اقول** شدائد کے وقت کسیکو دلمین یاد کرنا ہرگز کسی آیت
یا حدیث سے اوسکا شرک ہونا ثابت نہین- اگر کوئی غربت مین ہو اور مصیبت مین گرفتار ہو
اوسوقت اگر اپنے مان باپ بھائی عزیز آشنا کو یاد کرے تو کیا یہ شرک ہے- آپ یون کیون
نہین سمجھتے کہ اوس مرید نے اپنے شیخ کا تصور کیا اور حضرت شیخ کو من جانب اللہ اس واقعہ کا
کشف ہوگیا اور بحکم الٰہی بچالیا- ع اینکہ میگویم بقدر فہمِ تست + **ثم قال** ص پس اوس مرید
کا یاد کرنا حضرت شاہ آفاق کو شرک ہوا اور اعانت علی المعصیت بنصِ آیت منہی عنہ ہے پس
بمقتضائے ظن المؤمن خیراً ہم اس اعانت کی نسبت حضرت شاہ آفاق کی طرف نہین
کرسکتے- **اقول** شرک کا ہونا تو مین پہلے ہی ثابت کرچکا- اب مین بطریق تنزل کہتا ہون
کہ مین نے مانا کہ اوس مرید نے اوسی قسم کی استعانت بغیر اللہ کی جو بلاشک شرک ہی مگر حضرت

شاہ آفاق رضی اللہ عنہ نے جو زخم کو اپنی پشت مبارک پر لے لیا تو اس سے اعانت علے
الشرک کیونکر ہوئی۔ شرک کا وجود تو قبل ہو چکا تھا۔ پھر اعانۃ علی الشرک چہ معنی دارد۔ حضرت
کچھ تو معقولات بھی پڑھ لیجیے کہ ذہن مین جودت آجائے کہ پھر ایسی بات مُنہ سے نہ نکلے ہوں
مگر مشکل تو یہ ہے کہ معقولات کے لیے بھی ذہانت شرط ہے۔ جناب عالی مین برابر کہتا چلا آتا
کہ یہ معرکۂ علم و استعداد ہے نہ جولانگاہ فی سواران **ثم قال** ثالثاً ثا ولیون مین اس قسم کے
تصرفات کی دلیل کتاب و سنت سے درکار ہے۔ الخ۔ **اقول** معترض صاحب کرامت
اولیاء کے آپ منکر نہین۔ اور کرامت اوس خلافِ عادت امر کے ظہور کو کہتے ہین جو اولیاء اللہ
سے صادر ہون۔ تو پھر آپکو ان کرامتون سے کیون انکار ہے۔ اس قسم کے تصرفات
سے کس قسم کے تصرفات مراد ہین جنکی دلیل آپ طلب کرتے ہین۔ جتنی کرامتین جناب مولف
نے اپنے رسائل مین لکھی ہین سب ممکن الوقوع ہین اور اس قسم کی ہزارون کرامتین اولیاء اللہ
و بزرگان دین سے منقول ہین۔ بیہقی نے روایت کی ہے۔ عن ابن عمر انّ عمر بن الخطاب
بعث جیشاً و امّر علیہم رجلاً یدعیٰ ساریۃ قال فبینا عمر یخطب قال فجعل یصیح و
ھو علی المنبر یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل قال فقدم رسول
الجیش فسألہ فقال یا امیر المومنین لقینا عدونا فھزمونا وان الصایح لیصیح
یا ساریۃ الجبل فاسندنا ظھورنا بالجبل فھزمہم اللہ فقیل لعمر انک کنت تصیح
بذالك۔ یعنے ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جہاد کے لیے لشکر بھیجا اور ایک
شخص کو جسکا نام ساریہ تھا امیر لشکر بنایا۔ ایک روز حضرت عمرؓ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ منبر پر سے
پکارے یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل۔ اسکے بعد اوس لشکر سے
ایک قاصد آیا حضرت عمرؓ نے حال پوچھا اوسنے بیان کیا کہ دشمنون سے مقابلہ ہوا اور ہم
لوگون کو شکست ہوئی اتنے مین کوئی پکارنے لگا کہ یا ساریۃ الجبل۔ پس پہاڑ کی طرف
ہم لوگ ہٹ آئے اور اوسکی طرف اپنی پیٹھ کر لی اللہ تعالےٰ نے اون لوگونکو شکست دیدی

پس حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ ہی تو یا ساریۃ الجبل پکارتے تھے - اور آپکے نواب صاحب تقصار ۳۳ مین شیخ عبد اللہ ابدال کی نسبت لکھتے ہین " روزے بیمار بود المخانہ او را دست در بغل کردہ بر دہلیز خانہ نشاندند و درون خانہ باز آمدند ہمان لمحہ دیدند کہ او غائب شد و اثرے از وے پیدا نگشت - شیخ رزق اللہ گفتہ در گجرات رفتم از مردم ذکر او و ذکر دو سہ ہزار بانسے او بسیار شنیدم گفتم وے اینجا کجا آمد گفتند اکثر احوال اینجا می بود او بدہلی کجا رفت " - اور علی بن القضاء ہمدانی کی نسبت اوسی تقصار ۳۳ مین لکھتے ہین " آنقدر کشف حقائق و شرح دقائق کہ وے کردہ کم کسے کردہ ہست و از وے خوارق عادات چون احیاء و اماتت بظہور آمدہ " - المختصر اس قسم کی ہزارون کرامتین کتابون مین درج ہین - جناب مؤلف نے جو جو کرامتین نقل کی ہین جب اونمین سے کوئی خلاف قرآن و حدیث نہین تو تکذیب کی کیا وجہ **ثم قال** ناظرین آجکل کے ولیون کا اندازہ یہین سے کر لیوین کہ اگلے ولیون سے باوجودیکہ صدق مقال و اکل حلال کی پوری پابندی اونکو حاصل تھی اسقدر کرامتین اونسے منقول نہوئین اور آجکل کے ولیون کا یہ حال ہے کہ نہ صدق مقال کی پابندی ہے اور نہ اکل حلال کی بلکہ علانیہ سود کھائین اور گالی بکین اور پاس اہل دنیا کے دوڑ دوڑ کے جائین اور علم سے بے بہرہ محض ہون مسائل ضروری عبادات و معاملات پر بھی اطلاع حاصل نہو اور ساتھہ اسکے دعوی ولایت کا کرین سچ ہے باوجود ارتکاب معاصی و فسق و فجور ولی ہونا یہ بھی ایک کرامت ہے - ہمارے اس بیان سے اکثر کرامتون کا جواب ہو گیا - وللہ الحمد **اقول** آپنے یہ جو در گھسیٹا ہے کہ " اگلے ولیون سے اسقدر کرامتین منقول نہین ہوئی ہین " محض غلط اور سراپا ابلہ فریبی ہے - دیکھیے آپ ہی کے نواب صاحب حضرت مجدد الف ثانی کی نسبت تقصار ۱۱۱ مین لکھتے ہین " اطلاع بر خواطر و کشف ضمائر ادنی صفتے بود از صفات وے شمار خوارق و کرامات وے کہ در کتب منقول شدہ ہفت صد سیر سد " - اور معترض صاحب سراپا تہذیب نے جو آجکل کے ولیون کی طرف اکل ربوا وغیرہ کو منسوب کیا ہے خدا جانے

اُنکو کس ولی کی صحبت ہوئی جو یہ بزرگ ایسا کلمہ لکھدیا۔ آپ کیا جانین ہنوز لاکھون خدا کے
بندے ایسے ہین جو منہیات شرعیہ سے حتی الوسع اجتناب کلی رکھتے ہین خصوصًا وہ حضرات
جنکی کرامتین جناب مؤلف نے نقل کی ہین وہ لوگ تو نہایت ہی متبرک تھے۔ اور سب کو
جانے دیجیے حضرت پیر و مرشد مدظلہ تو بفضلہ تعالےٰ ابتک موجود ہین اونکے حالات سے
تو ایک عالم واقف ہے۔ مجھے تو یقین ہے کہ آپکی شان مین یہ غیر مہذب فقرہ وافترا آمیز جملہ
معترض صاحب کے ہم مشرب حضرات بھی پسند نکرینگے۔ ؎ از خدا خواہیم توفیق ادب ٭
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب ٭ **قال المؤلف** ایک صاحب نے حضرت سے
مسئلہ سماع کا پوچھا۔ آپنے فرمایا کہ اگر کوئی راستے سے گاتا ہوا نکل جاتا ہے مین بیتاب
ہوجاتا ہون۔ **قال المعترض** [ص۶۴] سوال و جواب مین مطابقت نہین ہے۔ سوال از آسمان
و جواب از ریسمان اسی کا نام ہے۔ **اقول** حضرت مولانا مدظلہ نے الکنایۃ ابلغ من
التصریح پر عمل کرکے کنایۃً جواب دیا ہے مگر معترض صاحب لطفِ کنایات کیا جانین۔
قرآنِ پاک مین ہے یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ
وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ اس آیہ مین سوال تو اس سے ہے
کہ کون سی چیز نفقہ دیجائے اور جواب مین مصرف نفقہ کا بیان ہے عجب نہین کہ معترض
صاحب کا کوئی ہم مادہ معاذ اللہ بول اوٹھے کہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان اسیکا
نام ہے۔ **قال المؤلف** ایک صاحب نے حضرت سے پوچھا کہ وقت کسی مشکل یا حاجت
کے یا رسول اللہ کہنا کیسا ہے آپنے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت
مین ایک نابینا آیا اور آنکھین چاہین آپنے جو دعا بتلائی اوسمین ہے یا محمد انی اتوجہ
الیک [ص۶۴]۔ اون صاحب نے عرض کیا کہ یہ بیان حضوری کا ہے آپنے فرمایا عثمانؓ بن
حنیف صحابی نے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایک شخص کو یہ دعا بتلائی تھی
قال المعترض [ص۶۵] وقت مشکل کے یا رسول اللہ صلعم کہنے سے کیا مطلب ہے الخ **اقول**

حضرت مولانا مدظلہ نے جو جواب دیا ہے اوسکا مطلب یہ ہے کہ عند الحاجۃ توسلاً و استغاثۃً
یا رسول اللہ کہنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اونمین سے ضریر البصر والی حدیث ہے
جسکی تشریح یہ ہے کہ ابن ماجہ ص۱۰۰ مین ہے۔ عن عثمان بن حنیف ان رجلاً ضریر البصر
اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ لی ان یعافینی فقال ان شئت
اخرت لک وھو خیر وان شئت دعوت فقال ادعہ فامرہ ان یتوضأ فیحسن
وضوءہ ویصلی رکعتین ویدعو بھذا الدعاء۔ اللھم انی اسئلک واتوجہ
الیک بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ
لتقضی اللھم فشفعہ فی۔ یعنے عثمانؓ بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک مرد اندھا
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا کہ آپ میرے لیے دعا کیجیے کہ میری آنکھین
اچھی ہو جائین آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر تم صبر کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تمکو دعا ہی
کرانا منظور ہے تو مجھے کچھ اغماض نہین اوس اندھے نے کہا کہ آپ دعا کیجیے تب آپنے
حکم کیا کہ اچھی طرح وضو کرکے اور دو رکعت نماز ادا کرکے یہ دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ
الخ۔ یعنے اے اللہ مین تجھسے سوال کرتا ہون اور بتوسل محمد نبی الرحمۃ کے تیری طرف متوجہ
ہوتا ہون یا محمد آپکے سبب سے مین اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہون تاکہ میری حاجت
پوری کردیجائے۔ یا اللہ میری اس حاجت کے باب مین آپکو مقبول الشفاعت بنا۔ انتہیٰ
یہ حدیث صحیح ہے۔ اور لوگون کی تصحیح کو جانے دیجیے خود ابن ماجہ مین ہے۔ قال
ابو اسحٰق ھذا حدیث صحیح۔ یہ حدیث ترمذی وغیرہ مین بھی باختلاف بعض الفاظ
مروی ہے۔ اس حدیث مین صاف مذکور ہے کہ آنحضرتؐ نے اوس اندھے کو جو دعا
تعلیم فرمائی تھی اوسمین یا محمد انی اتوجہ بک بھی تھا جس سے ثابت ہے کہ عند الحاجۃ
یا محمد وامثال ذٰلک کہنا اور آپکو متوجہ کرنا درست ہے۔ کیونکہ اگر توجہ منظور نہوتی تو یہ دعا
بصیغۂ ندا و خطاب کیون تعلیم ہوتی۔ اسپر سائل نے حضرت مولانا مدظلہ سے یہ شبہہ ظاہر کیا

کہ آنحضرت صلعم نے جو ضریر البصر کو یہ دعا تعلیم کی تھی تو آپ اوسوقت موجود تھے آپکے سامنے اگر یا محمد کہا تو کیا مضائقہ تب حضرت مولانا مدظلہ نے اس شبہے کو رفع فرمایا جسکی تشریح یہ ہے کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپنے اوس ضریر البصر کو غائبانہ یہ دعا پڑھنے کی تعلیم کی تھی۔ آپکے وصال کے بعد عثمانؓ بن حنیف صحابی نے جو اس حدیث کے راوی ہین یہی دعا ایک شخص کو بتائی تھی جس سے صاف ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم کا حضور کچھ ضرور نہ تھا طبرانی نے معجم کبیر مین روایت کی ہے۔ انہ کان رجل لہ حاجۃ عند عثمانؓ عفان وکان یختلف الیہ وعثمان لا یلتفت الیہ فلقی عثمان بن حنیف فشکی الیہ ذلک فقال توضأ ثم ائت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربک لیقضی حاجتی اللھم فشفعہ فیّ ففعل ذلک الرجل کذلک ثم اتی باب عثمانؓ بن عفان فجاء البواب واخذ بیدہ وادخلہ علی عثمانؓ بن عفان واجلسہ عثمان علی بساطہ وسأل منہ الحاجۃ وقضی لہ الحاجۃ وقال ما کان لک حاجۃ فاذکرھا فخرج ذلک الرجل وخرج من عندہ ولقی عثمانؓ بن حنیف وقال جزاک اللہ خیر العلاک قلت لعثمانؓ عفان فی حاجتی فقال واللہ ما کلمتہ الا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اذ جاءہ رجل ضریرٌ واستمد بہ لبصارۃ بصرہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مثل ما قلت لک فعلمت منہ ان التوسل بہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم موجب قضاء الحاجات ۔ یعنے ایک مرد حضرت عثمانؓ بن عفان کے پاس اکثر کسی حاجت کے لیے جایا کرتا تھا اور حضرت عثمانؓ بن عفان ملتفت نہوتے تھے اوسنے عثمانؓ بن حنیف سے اسکی شکایت کی عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وضو کرکے مسجد مین دو رکعت نماز پڑھکر یہ دعا پڑھو۔ اللھم الخ اوس مرد نے ایسا ہی کیا پھر حضرت عثمانؓ بن عفان کے دروازے پر آیا دربان نے ہاتھ تھامکر حضرت عثمانؓ

کے پاس پونچا دیا۔ آپنے اوسکو اپنے بچھونے پر بٹھایا اور اوسکی حاجت پوری کردی اور
یہ فرمایا کہ جب تمکو کوئی کام ہو یاد دلانا وہ مرد خوش ہوا اور وہان سے رخصت ہو کر عثمانؓ
بن حنیف کے پاس آیا اور کہا جزاک اللہ خیرا شاید تمنے میرے بارے مین عثمانؓ بن عفان سے
سفارش کردی ہے کہ وہ اسطرحسے پیش آئے۔ عثمانؓ بن حنیف نے کہا کہ واللہ مین نے
اونسے کچھ نہین کہا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ مین نے دیکھا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس ایک اندہا آیا اور بصارت کے لیے استمداد چاہی جو کلمات مین نے تمکو سکہائے ہین وہی
آپنے اوس اندہے کو بتائے مین نے اس سے جانا کہ آپکا توسل موجب قضاے حاجات ہے
انتہی۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ دعا اور لوگ بھی پڑہ سکتے ہین اسی وجہ سے حصن حصین مین ہے
من کانت له ضرورة فلیتوضأ فیحسن وضوءه ویصلی رکعتین ثم یدعو اللهم انی
اسئلك واتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربی
فی حاجتی هذه لتقضی لی اللهم فشفعه فیّ۔ یعنے جسکو کچھہ حاجت ہو اوسکو چاہیے کہ
اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے پھر یون دعا مانگے۔ اللهم انی اسئلك الخ
پس ان احادیث سے ثابت ہے کہ حاجت کے وقت توسلاً واستعانةً یا رسول اللہ کہنا
درست ہے۔ توسلاً جائز ہونے کو تو معترض صاحب بھی تسلیم کرچکے ہین کما سیأتی۔ رہی
استعانت وہ بھی انہین احادیث سے ثابت ہے کیونکہ یا محمد انی اتوجه بك کہنے سے
آخر فائدہ کیا ہے۔ یہی کہ آپ متوجہ ہون اور شفاعت کرین چنانچہ جملۂ فشفعه فیّ اسپر صاف
دال ہے۔ ملا علی قاری حرز الثمین شرح حصن حصین مین لکھتے ہین یا محمد التفات الیه و
تضرع لدیه لیتوجه روحه الی الله۔ اب غور فرمائیے کہ یہ استعانت نہین ہے تو کیا ہے
غرضکہ ان احادیث سے توسلاً واستعانةً یا رسول اللہ کہنا بلاشک جائز نکلتا ہے۔ ان
احادیث کے علاوہ آثار صحابہ سے بھی ثابت ہے کہ شدائد کے وقت یا رسول اللہ کہنا درست ہے
شفای قاضی عیاض مین ہے ان عبد الله بن عمرؓ خدرت رجله فقیل اذکر احب

الناس الیک یزل عنک فصاح یا محمداہ - یعنے عبد اللہ بن عمرؓ کے پاؤن سو گئے تھے اونسے کہا گیا کہ جو شخص سب سے زیادہ پیارا ہو اوسکا نام لو پاؤن اچھا ہو جاویگا وہ بول اوٹھے یا محمداہ ۔ ملا علی قاری شرح شفا عیاض مین لکھتے ہین فنادی یا علی صوتہ وکانہ رضی اللہ عنہ قصد بہ اظہار المحبۃ فی ضمن الاستغاثۃ - یعنے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے زور سے یا محمداہ کہا اور ضمن استغاثہ مین اظہار محبت بھی مقصود تہا عمدۃ المتحصنین مین شیخ الاسلام علامہ برہان الدین نے لکھا ہے قال مجاہد خدرت رِجلُ رَجلٍ عند ابن عباسؓ فقال لہ ابن عباسؓ اذکر احب الناس الیک فقال یا محمد فکانما انشط من عقال وقال مجاہد فذہب خدرہ - یعنے مجاہد سے مروی ہے کہ ایک مرد کا پاؤن سو گیا ابن عباسؓ نے کہا کہ جو شخص سب سے زیادہ محبوب ہو اوسکا نام لو اوسنے یا محمد کہا پاؤن اچھا ہو گیا - اس اثر کو ابن سنی نے عمل الیوم واللیلہ مین اور ابن اثیر نے ملخص تاریخ ابن جریر مین نقل کیا ہے - اب یہان دو شبہے اور وارد ہوتے ہین - ایک یہ کہ ندا و خطاب حاضر کے لیے ہوا کرتا ہے نہ غائب کے واسطے - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھنا شرک ہے - دوسرے استعانت بغیر اللہ جائز نہین - پہلے کا جواب یہ ہے کہ منادی و مخاطب دو قسم کے ہوتے ہین - ایک یہ کہ خارج مین موجود ہون دوسرے خارج مین تو موجود نہون مگر ذہن مین اونکی صورت حاضر ہو اور ہر ایک کی دو حالتین ہین - ایک یہ کہ متکلم نے گو ندا و خطاب کیا ہے مگر درحقیقت منادی و مخاطب کو اعلام کلام مقصود نہین - دوسرے یہ کہ مقصود ہو - یہ چارون صورتین شرع سے ثابت ہین - ان چارون مین ایک قسم تو ظاہر ہے - رہی قسم ثانی کہ منادی یا مخاطب خارج مین موجود ہو اور اطلاع کلام مقصود نہو - اوسکا ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ جب دم توڑ رہے تھے اوسوقت آپنے فرمایا تھا انا بفراقک یا ابراہیم لمحزونون - یعنے اے ابراہیم ہم تمہارے فراق سے نہایت محزون ہین -

حضرت ابراہیم اوسوقت شیر خوار تھے وہ کلام نبوی کب سمجھ سکتے تھے - آپکا یہ کلام بنظر اسماع ابراہیم نہ تھا بلکہ صرف رفع غم والم کے لیے تھا - رہی قسم ثالث کہ منادی یا مخاطب ذہن مین حاضر ہو اور اوس سے کلام کرین مگر اوسکو اس کلام سے آگاہ کرنا مقصود نہو اوسکی دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم وغیرہ مین ہے کہ آپ جس گانون پر چڑہائی کرتے تھے تو صبح کا انتظار کر لیتے تھے اگر اذان کی آواز آئی تو سمجھتے کہ یہان مسلمان ہین اوسکو چھوڑ دیتے ورنہ لوٹ لیتے ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپنے کسی مقام پر چڑہائی کی تھی صبح کی اذان کی طرف کان لگائے تھے یکایک سُنا کہ کوئی اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہے آپنے فرمایا علی الفطرۃ پھر اوسنے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ آپنے فرمایا خرجت من النار - یعنے اے متکلم تو دوزخ سے خلاص ہوا - لوگ دیکھنے لگے کہ کون یہ کلمات کہتا ہے جسکے حق مین آپنے یہ ارشاد فرمایا - دیکھا تو ایک گلہ بان کو پایا - آپنے جو خطاب کرکے خرجت من النار فرمایا تو ظاہر ہے کہ مخاطب کو سُنانا مقصود نہ تھا کیونکہ وہ وہان نہ تھا بلکہ اوسکی آواز سنکر آپنے اوسکی صورت ذہنیہ کے ساتھ یہ خطاب فرمایا تھا - اس قسم کے خطاب اشعار مین بہت پائے جاتے ہین کہ عاشق اپنے معشوق کو حاضر تصور کرکے اوس سے باتین کرتا ہے اور کلمات ندائیہ وخطابیہ استعمال کرتا ہے - رہی قسم رابع کہ منادی یا مخاطب کی صورت ذہن مین حاضر کرکے اوس سے باتین کرین اور یہ بھی مقصود ہو کہ اس کلام سے شخص متصور آگاہ ہوجائے - التحیات مین جو السلام علیک ایہا النبی ہے اوسکی نسبت امام غزالیؒ احیاء العلوم مین بیان تشہد مین لکھتے ہین واحضر فی قلبک النبی صلعم وشخصہ الکریم وقل السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الخ یعنے اے مصلی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تصور کر اور کہہ السلام علیک الخ - اور یہ بھی سُن لیجیے کہ تشہد مین خطاب تخیلی کرنا اونہین کے لیے ہے جو مرتبہ عرفان کو نہین پونہچے ورنہ جو لوگ اس مرتبے کو پہونچگئے ہین اور بفحوای حدیث الصلوۃ معراج المؤمنین اونکو نماز مین ایک خاص قرب الٰہی اور آنحضرت کا حضور ہوجاتا ہے

وہ عالم تصور مین کیون خطاب کرنے لگے وہ تو اپنے مخاطب ومنادی کو حاضر ہی پاتے ہین۔ علامہ قسطلانی نے شرح صحیح بخاری مین لکھا ہے۔ قال الطیبی ان المصلین لما ستفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لھم بالدخول فی حرم الحی الذی لا یموت فقرت عینھم بالمناجات فنبھوا علی ذلک بواسطۃ نبی الرحمۃ وبرکتہ متابعتہ فالتفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا علیہ قائلین السلام علیک ایھا النبی۔ جب یہ تمہید سن چکے تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی۔ صاف صاف سنو کہ اگر قائل یارسول اللہ یہ سمجھتا ہے کہ جسطرح اللہ تعالے کا علم ہر وقت تمام جزئیاتِ عالم پر محیط ہے اوسیطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی علم ہے تو بلاشک اوسکا یہ اعتقاد شرک ہے۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالی قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسایرۃ۔ اور مجموعہ فتاوی جلد اول مین حضرت اُستاذنا مولانا محمد عبدالحی قدس سرہ لکھتے ہین والعلم الکلی بجمیع الجزئیات فی جمیع الازمان مختص باللہ جل جلالہ۔ اور مجموعہ فتاوی جلد دوم مین لکھتے ہین ہر شخص کی ندا کو ہر جگہ سے ہر وقت سننا خاص ہے پروردگار عالم کے ساتھ کسی مخلوق مین یہ صفت نہین" انتہی۔ اور اگر آپکے ذہن مین حاضر کرکے بنظر تشفی قلب وغیرہ یارسول اللہ بولا ہے اعلام واسماع کچھ مقصود نہین یا یہ اُمید رکھتا ہے کہ اللہ تعالے آپ پر اس کلام کو ظاہر کردیگا تو کچھ مضائقہ نہین۔ حضرت عمرؓ نے جو ساریہ سے کوسون دور تھے سر منبر پکار کر کہدیا تھا یا ساریۃ الجبل۔ تو کیا یہ جانتے نہ تھے کہ ہم کوسون دور ہین ہماری آواز وہانتک کیونکر پہونچیگی۔ ضرور ہے کہ اللہ تعالے سے پہونچا دینے کی امید کی ہوگی چنانچہ خدا نے وہ آواز لشکر ساریہ کو سُنادی کہ کوئی شخص یا ساریۃ الجبل کہہ رہا ہے پس اسیطرح اگر خداوند تعالے یہ کلام بذریعہ کشف یا بواسطۂ ملائکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر روشن کردے

تو مستبعد کیا ہے۔ امام شعرانی مشارق الانوار القدسیہ مین لکھتے ہین۔ سمعت سیدی
علیا الخواص رحمہ اللہ یقول اذا سألتم اللہ حاجۃ فاسئلوہ بمحمد صلی اللہ
علیہ وسلم وقولوا اللھم انا نسئلك بحق محمد ان تفعل لنا کذا فان للہ ملکا
یبلغ ذلك لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقول ان فلانا سأل اللہ بحقك
فی حاجۃ کذا کذا فلیسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ فی قضاء تلك الحاجۃ
فیجاب لان دعاءہ صلی اللہ علیہ وسلم مستجاب۔ یا کوئی شخص درجۂ کمال عرفان
کو پہنچگیا ہے اوسکو کشف ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حضور نصیب ہوا اوس وقت
وہ یا رسول اللہ بولا تو ظاہر ہے کہ کچھ مضائقہ نہین کیونکہ یہ ندا و خطاب حاضر ہی کو ہے
نہ غائب کو۔ رہا دوسرا شبہہ اوسکا جواب یہ ہے کہ کشف ضرر وحل مشکلات و اعانت کی
صفت بالذات بلاشک خدا ہی کے لیے ہے غیر اللہ کو حاجت روا حقیقی سمجھنا بلاشک
شرک ہے قرآن پاک مین اوسکا ابطال جابجا ہے مگر بالواسطہ وہ تو آیات و احادیث سے
بلکہ بالبداہتہ غیر اللہ کے لیے ثابت ہے۔ قرآن مین ہے۔ تعاونوا علی البر والتقوٰی
حدیث مین ہے اللہ فی عون العبد مادام العبد فی عون اخیہ المسلم۔ اور سب سے
لطف تو یہ ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے استعانت کی تعلیم فرمائی ہے۔ طبرانی نے معجم کبیر مین
مرفوعًا روایت کی ہے اذا ضل احدکم شیئا او اراد عونا وھو بارض لیس بھا
انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لا یراھم
یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے زوائد بزار مین اسکی تحسین کی ہے۔
اور جامع الدرر مین بعض علماے ثقات کا یہ قول نقل کیا ہے۔ ھذا حدیث حسنٌ۔
اور حصن حصین مین ہے واذا انفلتت دابۃ فلیناد اعینوا یا عباد اللہ۔ یعنے جب
تمہاری سواری بے اختیار ہو جائے تو اعینوا یا عباد اللہ کہو اور اوسمین یہ بھی ہے
وان اراد عونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی

ہے جب مدد کا چاہنا ہو تو یا عباد اللہ الخ کہے۔ غرضکہ آیات و احادیث سے کما حقہ ثابت ہے کہ اگرچہ بالذات صفت اعانت و حل مشکلات و دفع ضرر خدا ہی کو ہے مگر خدا نے یہ اوصاف بالواسطہ اپنے بندون کو بھی عطا کیے ہین۔ شاہ عبد العزیز قدس سرہ نے تحت آیۂ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ یون لکھا ہے "درینجا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہیکہ اعتماد بران غیر باشد و اورا مظہر عون الٰہی ندانند حرام ست و اگر التفات بجانب حق ست و اورا یکے از مظاہر عون دانستہ و نظر بکارخانۂ اسباب و حکمت او تعالیٰ دران نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود و در شرع نیز جائز و رواست و انبیا و اولیا این نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت این نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق ست لا غیر" اور آیۂ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ کی ذیل مین لکھا ہے "و بنابرین ست کہ از اولیاء مدفونین و دیگر صلحاء مومنین انتفاع و استفادہ جاریست و آنہارا افادہ و اعانت نیز متصور" اور شیخ دہلوی نے شرح مشکوٰۃ مین لکھا ہے "حجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ میشود بوے بعد از وفات" دیکھو احادیث و اقوال سابقہ سے استعانت بغیر کا ثبوت اظہر من الشمس ہے۔ جو لوگ مطلقًا استعانت کے منکر ہین اونکو چاہیے کہ ہاتھہ پاؤن توڑ کر بیٹھہ رہین نہ کسی سے کھانا مانگین نہ پانی طلب کرین کیونکہ اسمین بھی تو دفع ضرر و استعانت بغیر موجود ہے۔ اور اگر یہ کہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعد وصال اس قابل نرہے کہ اونسے کچھہ مدد طلب کیجائے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کما حقہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم مع جسد زندہ ہین اور عالم مین تصرف کیا کرتے ہین۔ علامہ سیوطی تنویر الحلک فی امکان روئیۃ النبی والملک مین لکھتے ہین فحصل من مجموع ھذہ النقول والاحادیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیٌّ بجسدہ وروحہ وانہ یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت۔ یعنے ان نقول و احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع جسد و روح زندہ ہین اور تصرف فرماتے ہین اور اقطار ارض

وملکوت مین جہان چاہتے ہین سیر کرتے ہین"۔ جب آنحضرت صلعم کا یہ حال ہے تو پھر ایسے امور مین استعانت جنہین آپکی امداد ممکن ہے ہرگز ناجائز نہین ہو سکتی۔ خلاصہ ان تقریرون کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپکو حاضر فی الذہن کر کے آپسے کلام کرے اور آپسے ایسے امور مین مدد مانگے جو آپکی شان کے لائق ہون جیسے یون کہے یا رسول اللہ آپ میرے واسطے درگاہ الٰہی مین دعا فرمائیے میری شفاعت کیجیے۔ آپ اپنی زیارت سے مشرف فرمائیے اور امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بذریعہ ملائکہ یا کشف یہ کلمات آپ پر روشن کر دیگا تو اس ندا و استمداد مین کچھ مضائقہ نہین۔ ہان اگر کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ خدا کی طرح آپ ہر وقت تمام جزئیاتِ عالم پر ماہر ہین یا بالذات آپ مین صفت استمداد و حلِ مشکلات ہے تو بلاشبہہ شرک ہے جن علما نے نداے اموات و استمداد بالموتی سے منع کیا ہے اگر غور کیجیے تو انہین اکثر نے اسی خیال سے منع کیا ہے کہ بعض سفہاے عوام اولیاء اللہ کو بالذات عالم غیب و کاشفِ ضر سمجھنے لگتے ہین اور بالذات و بالعرض کا کچھ فرق نہین کرتے اسی سبب سے ہم بھی کہتے ہین کہ عوام کو جو غوامض و نکات سے واقف نہین نداے اموات سے روکنا چاہیے۔ مگر یہ نہین کہ یا رسول اللہ کہنا اور آپسے توسل و استعانت کرنا مطلقًا ممنوع ہے۔ ہٰذا ہو حق صریح والعدول عنہ قبیح۔ **تنبیہ** تقاریر سابقہ سے ضمنًا معترض صاحب کے کل اقوال کا رد ہو گیا اور آپکے سارے دلائل کے دہوئین اڑ گئے۔ اب صراحۃً آپکے بعض اقوال نقل کر کے زلازل و قلاقل ظاہر کیے جاتے ہین۔ **قال** اگر یہ مطلب ہے کہ لفظ یا رسول اللہ کے ساتھ توسل کرنا اور رفع مشکل خدا سے چاہنا یعنے یون کہنا کہ یا رسول اللہ مین بواسطہ آپکے خدا سے فلان مشکل کی رہائی چاہتا ہون تو درست ہے۔ **اقول** الحمد للہ کہ آپکی زبانِ قلم سے حق بات نکل گئی ورنہ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے تو اسکو شرک اکبر قرار دیا ہے۔ دیکھیے کتاب التوحید صغیر مین یون لکھا ہے فمن قال یا رسول اللہ اسئلک الشفاعۃ یا محمد ادع اللہ فی قضاء حاجتی

یا محمد اشئل اللہ بک وکل من نادئہ فقد اشرک شرکا اکبر۔ یعنے جو شخص یہ لفظ کہے اور آنحضرت صلعم کو ندا کرے وہ بڑا مشرک ہے۔ بہرکیف جب آپ قائل ہین کہ یون ندا کرنا درست ہے تو مین پوچھتا ہون کہ یہ کوئی اچھنبہ تو ہو نہین کہ معنے سے کچھ غرض نہو پھر یہ ندا کیسی۔ آنحضرت صلعم اتنی دور سے کیونکر سُن لینگے۔ اسکے علاوہ یا بجائے ادعوا ہے۔ آپ تو خود شدائد کے وقت غیر اللہ کے پکارنے کے قائل ہو گئے رہی استعانت تو ہم پوچھتے ہین کہ آنحضرت صلعم کو خطاب کرکے کہنے سے کیا مطلب ہے اگر توجہ مقصود نہین ہے تو ندا کی کیا ضرورت تھی۔ جناب عالی متوجہ کرنے کا ثمرہ بھی استعانت ہی ہے۔ ہم کب کہتے ہین کہ آپسے ایسی چیز طلب کرنا درست ہے جو آپکے مکان مین نہین۔ جب آپکو ندا کرنا درست ہو گیا تو ایسی چیز مانگنا جسکے آپ شایان ہین نا درست کیون ہونے لگا۔ چاہے یون کہیے کہ یا رسول اللہ بواسطہ آپکے خدا سے فلان مشکل کی رہائی چاہتا ہون۔ چاہے یون کہیے کہ یا رسول اللہ آپ فلان مشکل مین خدا سے دعا کیجیے۔ یا یون کہیے کہ یا رسول اللہ فلان مشکل مین مدد کیجیے یعنے خدا سے حل ہو جانے کی دعا کیجیے۔ سبکا مآل واحد ہے ع وللناس فیما یعشقون مذاہب۔

ثم قال الا توسل بخطاب درست نہین۔ **اقول** یا اللہ ابھی تو یہ اقرار کیا کہ یون کہنا کہ یا رسول اللہ مین بواسطہ آپکے خدا سے فلان مشکل کی رہائی چاہتا ہون درست ہے اور ابھی توسل بخطاب نادرست ٹھہرانے لگے۔ حضرت معترض صاحب اس تعارض کا آپ ہی جواب دیجیے۔ اگر آپسے نہو سکے اپنے اعوان وانصار ہی سے دریافت کیجیے کہ یہ کیسا کلمہ آپکی زبانِ قلم سے نکل گیا ہے جو آپکے علم واستعداد وفہم خداداد پر شاہد حال ہے۔ **ثم قال** غائب کو خطاب کرنا درست نہین ہے **اقول** مین نے بدلائل ساطعہ غائب کو خطاب کرنا ثابت کر دیا ہے فتذکرہ۔ اون دلائل کے علاوہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط ہرقل وغیرہ کو لکھے تھے اونمین تو کلمات خطابیہ جا بجا

موجود مین حالانکہ مکتوب الیہم غائب تھے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے
اشعار مین جا بجا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صیغہ خطاب سے تعبیر کیا ہے حالانکہ وقت
نظم آنحضرت موجود نہ تھے۔ اگر یہ کہیے کہ وہان یہ امید تھی کہ آیندہ مخاطب کو اسکا علم ہوجائیگا
اس سبب سے خطاب کیا تو یہان بھی یہی امید ہے کہ قائل یا رسول اللہ کا قول آپ تک
انشاء اللہ پہونچ جائیگا **ثم قال** ۶۵ بلکہ جن مقامون پر آپنے تعلیم فرمایا ہے وہین کہنا چاہئے
یہی وجہ ہے کہ التحیات مین السلام علیک ایھا النبی کہنا درست ہے الخ **اقول**
اس تخصیص کی کوئی وجہ نہین اور یہ تو مین نے مانا کہ التحیات مین آپکی تعلیم کے سبب سے
یہ جملہ کہا جاتا ہے مگر یہ تو فرمایئے کہ آخر پڑھنے کے وقت آپ حضرات اس کے کچھ معنے
بھی لیتے ہین یا طوطے کی طرح معنے بالاے طاق رکھکے پڑھا کرتے ہین۔ جب معنے کی
طرف توجہ ہوگی تو السّلام علیك ایھا النبی کے کہتے ہی آنحضرت کا تصور لازم ہے
اور آپکو یہ سلام بھی ضرور پہونچ جائیگا۔ نسائی و سُنن دارمی و مستدرک حاکم و صحیح ابن حبان
مین ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض
یبلغونی عن امتی السّلام۔ اور نسائی وغیرہ مین یہ بھی ہے۔ صلوا علیّ فان صلوتکم
تبلغنی حیث کنتم۔ **ثم قال** ۶۶ بلکہ صحابہ بعد وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے۔
السلام علی النبی بغیبتہم کہتے تھے الخ۔ **اقول** آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جمیع
صحابہ کا اسطرح پڑھنا تو غیر مسلم ہے۔ اور ون کو جانے دیجیے حضرت عائشہ رضؓ ہی کو دیکھیے کہ
مؤطاے امام مالک سے ثابت ہے کہ وہ علیك ایھا النبی ہی پڑھا کرتی تھین۔ اچھا
صاحب جو لوگ بعد الوفاۃ علی النبی پڑھا کرتے تھے وہ آنحضرت صلعم کے زمانۂ حیات مین
آپکی غیبت مین کسطرح پڑھتے تھے۔ علیك کہتے تھے یا علی پڑھتے تھے۔ بہرکیف علی
النبی پڑھنے سے یہ کہان ثابت ہے کہ خطاب کے ساتھ ناجائز جانتے تھے۔ ممکن ہے
کہ یہ خیال کیا ہو کہ جب صیغہ غائب کے ساتھ کام نکل سکتا ہے تو خطاب کی کیا ضرورت ہے

ع للناس انما يشغون مذاهب + علامہ سبکی نے شرح منہاج مین لکہا وان عدم
هذا عن الصحابة دل على ان الخطاب في السلام بعد النبي صلى الله عليه وسلم
غير واجب - ثم قال صحابہ کا عدول کو دلیل عدم جواز خطاب کی التحیات مین نہین ہے
الا اس سے اسقدر ثابت ہوا کہ یا رسول اللہ کہنا ماسوا اون مقامون کے جہان آپنے
تعلیم فرمایا یقینًا درست نہین - اقول ماشاء اللہ ثم ماشاء اللہ آپکے استدلال کے قربان
جائیے غائب کو خطاب کرنے کے عدم جواز کی دلیل جب آپنے یہ ٹھہرائی کہ صحابہ نے التحیات
مین خطاب سے عدول کیا ہے - پہر جب آپ اس عدول ہی کو قابل حجت نہین جانتے
تو غائب کو خطاب کرنا اس دلیل سے ممنوع کیونکر ثابت ہوا - جناب من آنحضرتؐ کا التحیات
مین ایها النبیؐ پڑہنے کی اجازت دینا عین دلیل اس امر کی ہے کہ غائبانہ یا رسول اللہ
کہنا جائز ہے - التحیات کی کچہہ خصوصیت نہین کیونکہ جو وجہ عدم جواز ندا وخطاب کی بیان
کی جاتی ہے وہ یہان بھی موجود ہے اور مین اسکا جواب باصواب بھی پہلے ہی دے چکا
کہ یہ ندا وخطاب عالم تخیل مین ہے اور آنحضرت کو اسکا علم بھی ہوجاتا ہے ولا غبار علیہ
ثم قال یہ صفت یعنے کشف ضر و مشکل کی خدا ہی کو ہے اور یہ بات بہتیری آیتون سے
ثابت ہے - اقول بلاشک کشف ضر و حل مشکلات کی صفت بالذات خدا ہی کو ہے -
بجز خالق دوجہان کوئی حاجت روا ے حقیقی نہین - مگر خدا نے ان صفات کا مظہر اپنے
بندون کو بنایا ہے جسکے سبب سے مجازًا یہ صفات اونکی طرف منسوب ہوتے ہین اور
اسی بنا پر اونسے ضرر و مشکلات مین مدد چاہنا درست ہے - دیکھو قرآن مین من انصاری
الی اللہ موجود ہے - ناصر کسکو کہتے ہین وہی جو مدد کرے - مشکل کے وقت کام آئے
اس قسم کے بیشمار آیات واحادیث ہین کوئی کہانتک لکھے - المختصر اگر صورت اول مراد ہے
تو ہم بھی اسکو تسلیم کرتے ہین اور ہمارے کچہہ خلاف نہین - اور اگر صورت ثانی مقصود ہے
تو محض غلط ہے بہتیری آیتون سے اوسکا ابطال ثابت ہے - ثم قال منہا قوله تعالی

قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۔ **اقول** اس آیہ کریمہ سے یہ ثابت ہے کہ کوئی شخص اپنے نفع وضرر کا مالک حقیقی نہین نہ یہ کہ کوئی شخص مطلقاً نفع وضرر نہین پونچا سکتا۔ جناب عالی اس آیت مین اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ بھی ہے ذرا اس کا مطلب ارشاد ہو آپ قلعی کھل جائیگی۔ **ثم قال** ومنہا قولہ تعالے وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۔ **اقول** اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ جو نفع وضرر نہین پونچا سکتے جیسے اصنام کہ محض جماد ہین کچھ نہین کر سکتے اونکو پکارنا اور اون سے مدد مانگنا حرام ہے۔ اس آیت سے یہ کہان نکلتا ہے کہ جو لوگ مدد پونچانے کے قابل ہین اونکو بھی پکارنا ممنوع ہے وقس علی ھذا اسائر الآیات **ثم قال** الغرض دہائی اور شدائد کے وقت مخلوق کو پکارنا اور اوس سے استعانت چاہنا جائز نہین۔ **اقول** اگر کوئی شخص مثلاً کنوین مین گر جائے تو کہیے وہ کسی آدمی کو پکارے یا نہین۔ کسی سے استعانت کرے یا نہین۔ آپکی تقریر سے تو لازم آتا ہے کہ لب تک نہ ہلائے بلکہ جو کچھ کہنا ہو خدا ہی سے کہے۔ اور یہ کچھ خبر ہے یا نہین کہ آپکے نواب صاحب نفح الطیب مین فرماتے ہین۔ ؎ زمرۂ راے ورا فتاد بارباب سنن ✤ شیخ سنت مدد ے قاضی شوکان مدد ے ✤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہتے ہین ؎

یعنی ابن تیمیہ ۱۲ — یعنی شوکانی ۱۲

اَنْتَ الْقَدِیْرُ عَلٰی نَفَاذِ رَجَائِیْ	اُنْجُحْ مَرَامِیْ یَا کَرِیْمُ کِرَامِہٖ
آپ میری امید بر لانے پر قادر ہین ✤ ✤	یعنے اے کریم کرام میری حاجت روائی کیجیے

جناب معترض صاحب یہ ندا اور استعانت کیسی ہے آپ ان اشعار کی نسبت کیا حکم لگاتے ہین۔ اور صحابہ نے جو بعد وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یا محمداہ کہا ہے اوسکے بارے مین آپ کیا فرماتے ہین۔ **ثم قال** اس حدیث سے اسیقدر ثابت ہوا کہ وقت مشکل کے آنحضرت کو وسیلہ گرداننا درست ہے یہ نہین ثابت ہوا کہ وقت مشکل کے

اپنے استعانت کرے **اقول** اس حدیث کا ایک ٹکڑا یہ بھی ہے یا محمد انی قد توجہت بک الی ربی جس سے آنحضرت کو ندا کرنا کماحقہ ثابت ہے۔ اور اس ندا سے آخر غرض کیا ہے۔ وہ یہ کہ آپ بھی اس باب مین مدد کرین یعنے حق سے دعا کرین پس استعانت بھی ثابت ہوگئی۔ مجھے تعجب ہے کہ جب روز نازل لوگون کو عقل وفہم ملتی تھی تو معترض صاحب کہان تھے جو ایسی نعمت سے محروم رہگئے **ثم قال** اور یہ بھی یاد رہے کہ اس حدیث کو گو ترمذی نے حسن کہا ہے الا بعض محدثون نے مثل شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے اسکی صحت مین توقف کیا ہے **اقول** واقعی معترض صاحب کی اعجوبہ بیانی قابل یادداشت ہے ترمذی نے اسکی نسبت ھذا حدیث حسن صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ نے لکھا ہے قال ابو اسحق ھذا حدیث صحیح اور حاکم نے مستدرک مین اسکو علی شرط الشیخین کہا ہے اور علامہ ذہبی نے اسکا اقرار کیا ہے۔ پس اسکی صحت مین کیا کلام رہا۔ کسیکا بلاوجہ توقف قادح تصحیح محدثین کبار کیونکر ہو سکتا ہے۔ مین نے مانا کہ معترض صاحب کی نظر صرف ترمذی کی تحسین پر تھی مگر جب ترمذی ایسے محدث نے حسن صحیح کہدیا ہے تو بلا حوالہ کتاب شیخ عزالدین کا توقف نقل کرنا اور وجہ توقف بیان نکرنا ضحکہ طفلان نہین ہے تو اور کیا ہے۔ **ثم قال** اور نیز ترمذی کی روایت مین لفظ یا کا نہین ہے **اقول** این گل دیگر شگفت۔ جناب عالی معجم کبیر طبرانی و حصن حصین مین یا محمد انی اتوجہ بک مذکور ہے اور ابن ماجہ وغیرہ مین یا محمد انی قد توجہت بک ہے اور ترمذی مین انی توجہت بک ہے یا محمد نہین ہے زیادت ثقہ کی تو مقبول ہی ہے اور واقعہ واحد ہے تو ترمذی کی روایت مین یہ کہنا پڑیگا کہ یا محمد راوی نے حذف کر دیا ہے اور بالفرض حذف نہو مگر انی توجہت بک الی ربی تو موجود ہے۔ کاف خطاب تو بلاشک آنحضرت کی طرف راجع ہے۔ پس غائب کو خطاب کرنا

ترمذی کی اس حدیث سے ثابت ہے۔ اور یہ تو جناب مؤلف نے لکھا نہین کہ حدیث کا یہ ٹکڑا ترمذی سے منقول ہے کہ آپکا یہ فرمانا کہ "ترمذی مین لفظاً یا کا نہین" قابل التفات و غرض کہ مین کس کس بات کی داد دون۔ ؎ ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ✤ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست ✤ **قال المؤلف** ایک صاحب نے حضرت سلمہ سے فاتحہ کرنے کو دریافت کیا۔ آپنے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بکری ذبح کی اوسوقت فرمایا کہ یہ میری امت کی طرف سے ہے۔ یہی فاتحہ ہے۔ **قال المعترض** آنحضرت کا اُمت کی طرف سے بکری ذبح کرنا صحیح ہے الا یہ قول کہ آپنے فرمایا کہ یہ میری امت کی طرف سے بھی فاتحہ ہے صحیح نہین اس جملہ کا ثبوت درکار ہے۔ الخ

اقول جناب مؤلف کے رسالے کی اصل عبارت وہی ہے جو مین نے نقل کی ہے جسکا جی چاہے رسالۂ اسرار محبت مطبوعۂ مطبع حمیدی واقع بھوپال مین جو پہلا چھاپہ ہے دیکھ لے۔ البتہ طبع ثانی مین بجائے "یہی" کے بدلے "بھی" چھپگیا ہے۔ معترض صاحب کو مناسب تھا کہ اور چھاپے کے نسخے بھی دیکھ لیے ہوتے پھر اعتراض جماتے اور عجب کیا ہے کہ سہو کاتب پر اطلاع ہو گئی ہو مگر پھر بھی اپنی ہمہ دانی ظاہر کرنے سے باز نہ آئے بہرکیف اصل عبارت سے ظاہر ہے کہ آنحضرت کا قول یہین تک ہے کہ "یہ میری اُمت کی طرف سے ہے" اسکا ثبوت لیجیے۔ ترمذی مین ہے انہ ضحی بکبش فقال ھذا عمن لم یضح من امتی۔ یعنے آنحضرت صلعم نے ایک مینڈھا قربانی کیا پھر فرمایا کہ میری امت مین سے جسنے قربانی نہین کی یہ اوسکی طرف سے ہے۔ رہا یہ جملہ کہ "یہی فاتحہ ہے" یہ قول حضرت مولانا کا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث سے اپنے اعمال کا ثواب غیر کو پونہچانا ثابت ہوتا ہے۔ پس موتے کے لیے قرآن پڑھنا اور اللہ کی راہ مین کھانا کھلانا یہی فاتحہ ہے یعنے فاتحہ سے جو غرض ہے یعنے ایصال ثواب وہ اسی پڑھنے اور کھلانے مین ہے۔ **ثم قال** اور ایک دلیل فاتحہ کی مؤلف نے صفحہ مین ذکر کی ہے وہ یہ کہ

بیان ہے فاتحہ کی حضرت نے یہ فرمائی کہ ایک صحابی نے کنوان بنایا اور کہا هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ
یعنی ثواب اوسکا اُمِّ سعد کے لئے ہے الخ **اقول** سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھکر اوسکا ثواب مونے کو پونہچانا
اسکو فاتحہ کہتے ہین اور باین معنی فاتحہ کلام اکابر مین جابجا آیا ہے۔ دیکھو مجدد الف ثانی رح
نے مکتوبات جلد ثانی مکتوب ۲۳ مین لکھتے ہین اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ خوانده فاتحہ خوانده شد
و در اثنائے خواندن اثر اجابت مفہوم گشت۔ اور شاہ عبد العزیز قدس سرہ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ
کی تفسیر مین لکھتے ہین "وصدقات وادعیہ وفاتحہ درینوقت بسیار بکار او می آید۔ پس حضرت مولانا
رحمۃ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ حدیث هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ ثابت ہے کہ ایصالِ ثوابِ اعمال درست
ہے تو نفس فاتحہ جائز ٹھرا یہان رسومات و مروجات سے کچھ بحث نہین۔ یہ معترض صاحب کی
خوش فہمی ہے کہ آپ یہ سمجھے کہ ان احادیث سے حضرت مولانا مرسوماتِ زمانہ کو بھی ثابت
فرماتے ہین۔ **فائدہ** آجکل کے حضرات ظاہریہ نے مشہور کر رکھا ہے کہ اموات کے لیے
قرآن پڑھنا کتاب وسنت سے ثابت نہین۔ موتی کے لیے سور تہائے قرآنی پڑھنے کو
بھی بدعت فرماتے ہین۔ اگرچہ اسکا ثبوت حدیث اضحیہ عن الامۃ اور حدیث هٰذِهٖ لِاُمِّ
سَعْدٍ سے عند العقلاء کما حقہ ثابت ہے مگر ظاہریۂ منکر قیاس کی سمجھ مین کبھی نہین آئیگا
لہذا چند احادیث خاص قرآن خوانی کے ثبوت مین لکھی جاتی ہین جنمین بعض صحیح اور بعض بوجہ
کثرت طرق کے حسن لغیرہا ہین۔ ابو داؤد مین ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے
اِقْرَؤُوْا عَلٰى مَوْتَاكُمْ يٰسٓ۔ یعنے اپنے موتی پر سورۂ یٰسٓ پڑھو۔ اگرچہ موتے کے معنے مجازاً
محتضر کے بھی ہین اور اسی حدیث کو متمسک بہ ٹھراکے حالتِ احتضار مین اکثر علما سورۂ
یٰسین پڑھنے کے استحباب کے قائل ہوئے ہین مگر یہ حدیث تو حضرات ظاہریہ کے مقابلے
مین پیش کی گئی ہے اور اِن حضرات کو بجز اسکے کچھ چارہ نہین کہ موتے سے اموات حقیقی
ہی مراد لین۔ اور اگر معنے حقیقی ہی لیجیے تو بھی اس حدیث سے نزع کے وقت اس سورۃ
کا پڑھنا مستحب ٹھریگا کیونکہ اور احادیث سے ثابت ہے کہ سورۂ یٰسٓ موجب تخفیفِ

عذابِ اموات ہے۔ پس قیاس اسی کو مقتضی ہے کہ یہ سورۂ متبرکہ موجب تخفیف سکرات موت بھی ہے۔ اور ابنِ عدی نے روایت کی ہے۔ من زار قبر والدیہ او احدھما فی کل جمعۃ فقرأ عندھما یٰسٓ غفر لہ بعدد کل حرف منھا۔ اور علامہ سیوطیؒ نے شرح الصدور میں لکھا ہے۔ اخرج عبد العزیز بسندہ عن انس بن مالکؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من دخل المقابر فقرأ سورۃ یٰسٓ خفف اللہ عنھم العذاب وکان لہ بعدد من فیھا حسنات۔ اور دارقطنی و طبرانی نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ من مرّ علی المقابر و قرأ قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔ اور شرح الصدور میں ہے اخرج ابو القاسم سعد بن علی الزنجانی فی فوائدہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دخل المقابر ثم قرأ فاتحۃ الکتاب و قل ھو اللہ احد و الھٰکم التکاثر ثم قال انی جعلت ثواب ما قرأت من کلامک لاھل المقابر من المؤمنین والمؤمنات کانوا شفعاء لہ الی اللہ تعالیٰ۔ اور بیہقی نے روایت کی ہے اذا مات احدکم فلا تحبسوہ و اسرعوا بہ الی قبرہ و لیقرأ عند رأسہ بفاتحۃ البقرۃ و عند رجلیہ بخاتمۃ البقرۃ۔ اور ابو حامد نے کتاب الاحیا میں اور ابو محمد عبد الحق نے کتاب العاقبہ میں لکھا ہے۔ قال محمد بن احمد المروزی سمعت احمد بن حنبل یقول اذا دخلتم المقابر فاقرأوا بفاتحۃ الکتاب والمعوذتین و قل ھو اللہ احد و اجعلوا ذٰلک لاھل المقابر فانہ یصل الیھم۔ **قال المؤلف** حضرت پیر و مرشد نے حضرت مولانا سے نقل کیا کہ آپنے فرمایا میں مولانا اسحٰق کے ساتھ مولود شریف میں جایا کرتا تھا

قال المعترض مسائل اربعین اور رسالہ مسائل مولفہ مولانا محمد اسحٰق صاحب کی طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اسحٰق صاحب مولود کے قائل ہرگز نہ ہونگے

اقول جناب معترض صاحب کی اعجوبہ بیانی کو کشت زعفران کیجیے یا دیوار قہقہہ قرار دیجیے کہ بیساختہ ہنسی چلی آتی ہے۔ ناظرین آپکے اس قول پر کہ "مولود کے قائل ہرگز نرہے ہونگے" قہقہے تو لگائیے پھر دیکھا جائیگا۔ **ثم قال** یہ تلامذہ مدتون مولانا اسحق کے ہمراہ رہے ہین ان حضرات نے کبھی مولانا اسحق صاحب کو مولود مین جاتے نہین دیکھا۔ **اقول** خدا جانے معترض صاحب کے پاس کونسی دستاویز ہے جسمین مولانا احمد علی مرحوم وغیرہ تلامذۂ مولانا اسحق مرحوم نے لکھدیا ہے کہ ہمنے مولانا کو کبھی مولود مین جاتے نہین دیکھا۔ معترض صاحب کچھہ تو خدا سے شرمائیے کہ ایک بزرگ کی ناحق تکذیب کرنا اور اناپ شناپ لکھدینا کونسی دیانت ہے۔ مین نے مانا کہ ان حضرات نے نہین دیکھا مگر کیا ضرور ہے کہ کوئی دوسرا بھی نہ دیکھے۔ آپ ہی کے استاد ہزارون جگہہ گئے ہین اور آپکو خبر نہین۔ صحابہ کو دیکھیے کہ عاشق رسول تھے مگر پھر بھی بعض حالات نبویہ سے اونہین اطلاع نہوئی۔ دیکھیے بزرگون سے اولجھنے کا یہی نتیجہ ہے کہ تقریر پلپلی دیکھکر جہلا تک ہنس پڑین اور قہقہے لگائین۔ **ثم قال** دلیلون سے اسکا بدعت ہونا ثابت ہے۔ **اقول** اگر مولود عبارت اس سے ہے کہ کوئی زمانہ معین کرکے اور لوگون کو مجتمع کرکے سر محفل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت وفضائل کا ذکر کرنا اور حاضرین مجلس کو سنانا تو اسکو بدعت وہی کہیگا جسکو علم وفہم سے کچھہ مس نہین۔ ذکر ولادت خیر البشر صلے اللہ علیہ وسلم جو مقصود اصلی محفل مولد سے ہے اوسکے ذکر خیر ہونے سے تو کوئی مسلمان انکار نکریگا۔ اور ذکر خیر کے لیے تعین زمانہ ومکان واجتماع ناس حدیث سے ثابت ہے دیکھو مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۵۱ باب البکاء علی المیت مین بخاری شریف کی یہ حدیث منقول ہے۔ عن ابی سعید قال جاءت امرأۃ الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ذہب الرجال بحدیثک فاجعل لنا من نفسک یوما ناتیک فیہ تعلمنا مما علمک اللہ فقال اجتمعن فی یوم کذا وکذا فی مکان

کذا وکذا فاجتمعن فاتاھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعلمھن مما علمہ اللہ الخ- یعنے ابو سعید سے مروی ہے کہ آنحضرت کے پاس ایک عورت آئی اور بولی کہ آپکی احادیث سے مرد تو بہت کچھ منتفع ہوئے ایک آدہ روز ہم عورتونکو تو مقرر فرمائیے آپنے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ایسے دن اور ایسے مکان مین مجتمع ہو پس عورتین جمع ہوئین آپ تشریف لائے اور بیان فرمایا- دیکھو اس حدیث سے ذکر خیر کے لیے تعیین زمانہ ومکان واجتماع الناس ثابت ہے- پس ذکر ولادت آنحضرت صلعم کے لیے زمانہ ومکان معین کر کے لوگون کو مجتمع کرنا جائز ٹہرا- اب شکل اول بدیہی الانتاج سنو یہ ذکر نبوی ہے اور ہر ذکر نبوی مستحب ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ یہ مستحب ہے یا یون سمجھو- ھذا فردٌ مِنْ اَفْرَادِ نَشْرِ الْعِلْمِ وَکُلُّ فَرْدٍ مِّنْ اَفْرَادِ نَشْرِ الْعِلْمِ مَنْدُوْبٌ نتیجہ یہ نکلا کہ ھذا مَنْدُوْبٌ- ہان اگر اسمین کوئی امر غیر مشروع داخل کیا جائے جیسے تغنی ومزامیر وغیرہا تو البتہ نادرست ٹہریگا- یا کوئی شخص صوم وصلوٰۃ کی طرح اسکو فرض سمجھنے لگے تو اوسکا یہ عقیدہ فاسد قرار پائیگا اور یہ امر آخر ہے غرضکہ نفسِ مولود نا جائز نہین بلکہ مستحب ہے- اور بڑے بڑے محدثین مثل ابو شامہ وعراقی وحافظ ابن حجر عسقلانی وقسطلانی وسیوطی وغیرہم اسکے استحباب کے قائل ہین- **ثم قال** اور حضرت مجدد الف ثانی بھی اسکے بدعت کے قائل تھے چنانچہ اپنے مکتوب مین جو مرزا حسام الدین کو تحریر فرمایا ہے اوسمین اس مجلس مولد پر انکار کیا ہے- **اقول** جناب معترض صاحب چشم بصیرت کھولیے اور مکتوبات حضرت مجدد الفِ ثانی کو اوٹھا کر جلد سوم مکتوب ہفتاد ودوم کو جو انہین خواجہ حسام الدین کے نام ہے ملاحظہ فرمایئے اوسمین موجود ہے "دیگر درباب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفسِ قرآن خواندن بصورتِ حسن ودر قصائد نعت ومنقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف وتغیر حروفِ قرآن ست والتزام رعایت مقامات نغمہ وتردید صوت بآن بطریق الحان یا تصفیق مناسب آن کہ در شعر نیز غیر مباح ست اگر بر نہجے خوانند کہ

تحریفے در کلمات قرآنی واقع نشود و قصاید خواندن بشرائط مذکورہ متحقق نگردد و آنرا ہم بغرض
صحیح تجویز نمایند چہ مانع است ثم قال ؒ اور یہی مذہب مختار صاحب راہ سنت اور امام شوکانی
کا تھا۔ اقول مجدد العصر حضرت استاذنا مولانا محمد عبد الحی لکھنوی قدس سرہ مجموعہ فتاوی
جلد اول صفحہ ۱۳۰ مین لکھتے ہین " ذکر مولد فی نفسہ امریست مندوب خواہ بسبب جود او در غیر الازمنہ
یا بسبب اندراجش زیر سند شرعی در کسے ندبش را منکر نشدہ مگر یک طائفہ قلیلہ کہ رب النوع آن طائفہ
تاج الدین فاکہانی مالکی ست و او را طاقتے نیست کہ مقابلہ بعلمائے مستنبطین کہ فتوی بہ ندب ذکر
مولد دادند کند۔ پس قولش دریں باب معتبر نیست۔ قال المولف حضرت پیر و مرشد نے
فرمایا کہ حضرت ؒ سے کسی نے تصور شیخ کو پوچھا آپنے فرمایا کہ ایک صحابی نے حدیث کے بیان
مین بیان مین فرمایا کانی انظر الی رسول اللہ ۔ یہی تصور شیخ ہے۔ قال المعترض ؒ اولاً
اس سے تصور شیخ جو معروف عند الصوفیہ ہے نہین نکلتا ہے۔ اقول حضرت استاذنا
المکرم مولانا محمد عبد الحی مرحوم نے رسالہ رفع الستر صفحہ ۳۰ مین حدیث کانی اری رسول اللہ الخ
کی نسبت منہیہ مین کیا خوب تحریر فرمایا ہے۔ بھذا الحدیث وامثالہ الواردۃ فی الصحاح
استنبطوا جواز تصور الشیخ ولہ وجہ ولکنہ لا یفہمہ المناظر۔ ثم قال ؒ ثانیاً صفحہ ۳۰
مین مؤلف خود فرماتے ہین کہ ہمارے حضرت کسیکو تصور شیخ نہین بتلاتے الخ۔ اقول
عدم تعلیم طریقۂ تصور شیخ عدم جواز کی دلیل نہین جو چیز فی نفسہ جائز ہے کیا ضرور ہے کہ آدمی
اوسکا شغلہ بھی رکھے۔ بہت سے اوراد و وظائف ہین کہ فی نفسہا جائز ہین مگر اونمین کوئی
کسی کے یہان اور کوئی کسی کے یہان معمول ہین یہ تو اپنا اپنا طریقہ ہے اسی پر تصور شیخ
کو تصور کر لیجیے۔ ع للناس فیما یعشقون مذاہب ۔ ثم قال ؒ چونکہ مؤلف ور مؤلف
کے حضرت خود ہی اسکے قائل نہین لہذا اسکے عدم جواز کی دلیلین نہین ذکر کی گئین۔ اقول
یہ آپکی خوش فہمی ہے کہ آپ یہ سمجھے کہ یہ حضرات عدم جواز کے قائل ہین۔ کم فہم سے کم فہم بھی
سمجھ سکتا ہے کہ یہ حضرات اسکے فی نفسہ جائز ہونے کے قائل ہین۔ اور آپ عدم جواز کی

دلیلین کیا ذکر کرینگے وہی جسکے ڈہونڈہنے میں آڑچکے ہین۔ مولانا ولی اللہ دہلوی ایسے شخص اسکے جواز کے قائل ہین قول جمیل مین اسکو ثابت کیا ہے۔ حضرت استاذنا مولانا محمد عبدالحی لکہنوی قدس سرہ کے مجموعۂ فتاوی جلد اول صفحہ ۱۴۳ مین اسکے جواز کی نسبت تقاریر علما درج ہین فمن شاء التحقیق فلیرجع الیہا۔ اور خود حضرت مولانا المرحوم مجدد العصر صفحہ ۱۴۲ مین یون تحریر فرماتے ہین ”فی الواقع شغل برزخ اوس طور پر کہ حضرات صوفیۂ صافیہ نے لکھا ہے درست ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت۔ ہان افراط تفریط اوسمین منجر ضلالت کی طرف ہے تصریح اسکی مکتوبات مجدد الف ثانی مین جابجا موجود ہے۔ **قال المؤلف** حضرت قبلہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو بزرگ ہوئے اونہون نے جب نظر کافرون پر ڈالی خود بخود مسلمان ہوگئے۔ **قال المعترض** اولاً یہ کلیہ غلط ہے **اقول** خوش فہمی سے معترض صاحب نظر سے نظر ظاہری سمجھے ہین حالانکہ نظر خاص مراد ہے جسمین توجہ قلبی شرط ہے اور جسکے لیے وقت بھی خاص ہے۔ اسپر خود حضرت مولانا مدظلہ کے اقوال دال ہین دیکھو جناب مؤلف صفحہ ۴۴ مین لکھتے ہین کہ ”حضرت قبلہ نے فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اگر ایک نظر کرتے تو کوئی مقابلہ نکرتا سب مسلمان ہوجاتے“۔ ظاہر ہے کہ یہان نظر سے نظر ظاہری مراد نہین اور صفحہ ۴۲ مین لکھتے ہین ”حضرت (فریا بنرد ار ۱۲) قبلہ نے فرمایا کہ توجہ تو ہوا کرتی ہے لیکن اوسکا ایک وقت ہے اوسوقت ایک توجہ کافی ہوتی ہے“ غرضکہ یہان نظر سے نظر خاص مراد ہے اور باین معنی یہ لفظ بین الصوفیہ شایع و ذایع ہے اور حضرت مولانا کے ارشاد سے یہ تو ثابت نہین کہ ہر بزرگ نے ایسی نظر ڈالی۔ البتہ یہ نکلتا ہے کہ جسنے ویسی نظر ڈالی اوسکا ثمرہ یہ ہوا۔ پس ایسی نظر کیمیا اثر پڑنے سے اگر کفار مسلمان ہوجائین تو کیا مستبعد ہے۔ اور صرف آپکے زبانی جمع خرچ سے کلیہ غلط کیون ہونے لگا اسکے ابطال کی دلیل ہی کیا ہے۔ اور مین نے مانا کہ کلیہ نہین اکثریہ سہی للاکثر حکم الکل۔ ثم **قال** ثانیاً ایک بزرگ کا حال بھی بسند صحیح منقول نہوا۔ **اقول**

جناب مولانا نے ... مین لکھا ہے کہ حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ حضرت ایشانؓ
مراقب تھے چار آزاد آئے کہنے لگے کیا پینک مین بیٹھے ہو آپنے آنکھ اُٹھا کر دیکھا چارون ولی
ہوگئے" عجب نہین کہ معترض صاحب فرمائین کہ یہ نقل بسند صحیح منقول نہین - یا یہ ارشاد کرین
کہ دعویٰ مسلمان ہونے کا ہے نہ ولی ہونے کا - خیر اسکو جانے دیجیے صحاح مین العین حقٌ
مروی ہے - جب نظر بد کا اثر یہ ہے کہ آدمی بیمار ہو جاتا ہے چہرہ زرد ہو جاتا ہے تو نظر
نیک کا کیا کہنا اسکے لیے کسی واقعے کے نقل کی کیا ضرورت ہے - **ثم قال** ثالثاً صرف نظر
ڈالنے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی مسلمان خوبخود نہوا پس دوسرون کو یہ
مرتبہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے **اقول** اگر ہم تسلیم بھی کرلین کہ آنحضرت صلعم کی خاص نظر کیمیا
اثر پڑنے سے کوئی کافر مسلمان نہوا تو بھی بجز معترض صاحب کے ایسی بات کہ "دوسرون
کو یہ مرتبہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے" کوئی ذیفہم مُنہ سے نہین نکال سکتا کیونکہ خوارق اولیا کے
لیے کچھ ضرور نہین کہ وہ آنحضرتؐ سے بھی ظاہر ہوئے ہون - دیکھو احیاے اموات آنحضرت سے
باتفاق اکثر علمائے ظاہر نہین ہوا اور اسمین کوئی مصلحت ہوگی مگر آپکی امت مین سے بعض بزرگان
دین سے ظہور مین آیا ہے - جناب نواب صاحب بہوپال عین القضاۃ ہمدانی کی نسبت تقصار
صفحہ ۸ مین لکھتے ہین" از وے خوارقِ عادات چون احیاء و اماتت بظہور آمدہ" اور مولانا
مفتی عنایت احمد مرحوم الکلام المتین صفحہ ۱۱ مین لکھتے ہین کہ "جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے اولیائے امت سے احیاے موتی اکثر واقع ہوا ہے" امام یافعی نے کتاب مرآۃ الیقظان
مین بعد بیان کثرت و تواتر کرامات حضرت غوث الثقلین قدس اللہ سرہ العزیز کے لکھا ہے
کہ اس مقام پر مین ایک کرامت کے ذکر پر اکتفا کرتا ہون وہ یہ ہے کہ ایک بڑھیا کے بیٹے
کو جناب حضرت غوث الثقلین سے بہت محبت تھی اکثر آپ ہی کی خدمت مین جا کے حاضر
ہوتا دنیا کے کاروبار مین کم مشغول ہوتا ایکدن اُس بڑھیا نے آپکے حضور مین حاضر ہو کے عرض
کیا کہ مین نے اس اپنے بیٹے کو آپکے نذر کیا اور للہ اپنا حق اسسے معاف کیا آپ اسے تعلیم باطن

فرماتے ایسے کہ پھرے کام مین تو یہ رہتا ہی نہین ہر گھڑی نبین آ حاضر ہوتا ہے اور اوس
لڑکے کو خانقاہ مبارک مین چہوڑ آئی آپنے ریاضت اور سبق باطن مین مشغول کیا کبھی کبھی
وہ بڑھیا اپنے بیٹے کو دیکھنے کو آتی تھی ایکدن آئی تو دیکھا کہ وہ بیٹا اوسکا چنے چبا رہا ہے
اور بہت فقیر و ناتوان ہوگیا ہے پھر وہ حضرت غوث الثقلین کے پاس گئی دیکھا کہ آپ مرغی
کا گوشت کھا رہے ہین اوسنے کہا کہ حضرت آپ مرغی کا گوشت کھاتے ہین اور میرے
بیٹے کو چنے کھلاتے ہین آپنے مرغی کی ہڈیون پر ہاتھ رکھکے فرمایا قومی باذن اللہ
الذی یحی العظام وہی رمیم وہ بینے اوٹھ کھڑی ہو اوس خدا کے حکم سے جو بوسیدہ
ہڈیون کو زندہ کریگا۔ فوراً وہ مرغی زندہ ہوگئی اور آواز کرنے لگی۔ تب آپنے اوس بڑھیا
سے فرمایا کہ جب تیرا بیٹا ایسا ہو جائے تب جو جی مین آئے کھائے۔ **قال المؤلف**
نقل ہے کہ ایک پیرزادے حضرت قبلہ کی خدمت مین آئے آپکو دیکھکر بیہوش ہوگئے
بعد ازان حضرت نے پوچھا تو کہا مین نے آپکے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا
آنحضرت کا جمال دیکھکر بیہوش ہوگیا۔ آپنے فرمایا کہ بس ایک جھلک مین تمہارا یہ حال ہوگیا۔
قال المعترض یہ نقل محض خلاف ہے اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آنا کسی
طرح ثابت نہین کتب فقہ وغیرہ کو ملاحظہ فرمائین یہ باتین کل خلاف ہین مؤلف نے اس
مجموعہ مین پیران نمی پرند و مریدان می پرانند پر عمل کیا ہے۔ **اقول** آنحضرت صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی زیارت جسطرح خواب مین ممکن ہے اوسیطرح بیداری مین بھی حاصل ہوسکتی ہے
خواب مین حصول شرف زیارت تو متفق علیہ ہے مگر اسکے ساتھ یہ بھی ثابت ہے کہ بعض
اوقات خواب مین آپسے کوئی چیز عطا ہوتی ہے اور خواب دیکھنے والا بیداری کے بعد
اوسکو موجود پاتا ہے۔ چنانچہ مولانا ولی اللہ دہلوی نے رسالہ انتباہ مین اپنے والد جناب شاہ
عبد الرحیم مرحوم کا واقعہ لکھا ہے کہ خواب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو دو موے
مبارک مرحمت فرمائے جو بعد بیداری بھی موجود تھے اور مدۃ العمر اونکے پاس رہے۔

جنکے عجیب غریب خواص تھے آپس مین دونون لپٹے رہتے تھے اور درود پڑھنے سے دونون الگ ہوکر کھڑے ہوجاتے تھے دہوپ مین رکھنے سے اونپر ابر کہا ٹکڑا آجاتا تھا۔ اور **جذب القلوب** مین مولانا عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہین "احمد بن محمد صوفی گوید کہ سہ ماہ در بادیہ گشتہ بودم و پوست بدن من ہمہ ترقیدہ کہ بمدینہ آمدم و بران سرور و صاحبیہ سلام کردم صلے اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہما و بخواب رفتم آنحضرت را در خواب دیدم کہ میفرمایند احمد آمدی چہ حال داری گفتم آنا جائع و آنا فی ضیافتک یا رسول اللہ۔ فرمود دست بکشا کشادم وراہمے چند در دست من نہاد بیدار شدم دراہم در دست من بود بباز ار رفتم و فطیر و فالودہ خریدم و خوردم و ببادیہ در شدم۔ اور **ریاض المرتاض** صفحہ ۴۲ مین جناب نواب صاحب بھوپال لکھتے ہین" ابن الجلاء گفتہ بمدینہ در آمدم و مرا فاقہ بود بسوے قبر شریف رفتم و گفتم من مہمان توام غنودم و آنحضرت را در خواب دیدم نانے بمن داد و نیمہ خوردم و بیدار شدم نیمۂ دیگر در دست من بود۔ اور **تقصار** صفحہ ۱۴ مین قاضی جمال ملتانی کی نسبت وہ لکھتے ہین کہ "در بدایون بود وقتے در خواب دید حضرت رسالت را صلعم در سواد بدایون گوئی کہ در موضعے نشستہ ست وضو میسازد چون بیدار شد بر فور آنجا رفت زمین تر شدہ دید گفت گور من ہمین جا بکاوید بعد از فوتش ہمدران مقام دفن کردند۔ اور صفحہ ۱۹۰ مین شاہ حبیب اللہ قنوجی کی نسبت وہ لکھتے ہین کہ "در ایام طلب علم بمطالب کتاب چنانچہ باید نمیرسید و ازین وجہ خار خارے در دل داشت شبے آنحضرت صلعم را در خواب دید و کشایش در علم درخواست کرد چون بیدار شد ابواب علوم بروے مفتوح گشت و بر مسند تدریس نشستہ عالمے را بتکمیل علوم ظاہر و باطن کامیاب ساخت۔ اب عالم بیداری مین آپکی زیارت ممکن ہونے کے باب مین بعض نقول صحیحہ و معتبرہ لکھی جاتی ہین۔ امام شعرانی **میزان کبری** صفحہ ۴۸ مطبوعہ مصر مین لکھتے ہین۔ "رأیت ورقۃ بخط الشیخ جلال الدین سیوطی عند احد اصحابہ وھو الشیخ عبد القادر الشاذلی مراسلۃ لشخص سألہ فی شفاعۃ عند السلطان قایتبای رحمہ اللہ تعالی۔ اعلم یا اخی اننی

قد اجتمعت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی وقتی ھذا خمسا وسبعین مرۃ یقظۃ ومشافھۃ ولولا خوفی من احتجابہ صلی اللہ علیہ وسلم عنی بسبب دخولی للولاۃ لطلعت القلعۃ وشفعت فیک عند السلطان وانی رجل من خدام حدیثہ صلی اللہ علیہ وسلم واحتاج الیہ فی تصحیح الاحادیث التی ضعفہا المحدثون من طریقہم ولا شک ان نفع ذلک ارجح من نفعک انت یا اخی انتھی ویؤید الشیخ جلال الدین فی ذلک ما اشتہر عن سیدی محمد بن زین المادح لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقظۃ ومشافھۃ ولما حج کلمہ من داخل القبر۔ یعنے علامہ سیوطی کے بعض اصحاب یعنے شیخ عبد القادر شاذلی قدس سرہ کے پاس علامہ سیوطی کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط مین نے دیکھا جو کسی ایسے شخص کے نام تھا جسنے سلطان قائتبائی کے یہان انسے سفارش چاہی تھی اوس خط کا مضمون یہ تھا کہ اے بھائی ابتدا سے لیکر اسوقت تک پچھتر دفعہ عین بیداری مین بالمشافہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت مجھے حاصل ہو چکی ہے اگر مجکو اسکا خوف نہوتا کہ والیان ملک سے ملنے کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھسے ملنا ترک فرماوینگے تو مین تمہاری خاطر سے قلعہ پر چڑہ کے تمہارے لیے سفارش کرتا۔ اور مین خدام حدیث سے ہون جن حدیثونکی لوگون نے تضعیف کی ہے اوسکی تصحیح مین مجکو آپسے حاجت پڑتی ہے۔ اور بلاشک اسکا نفع تمہارے اوس نفع سے کہین زیادہ ہے۔ پھر امام شعرانی لکھتے ہین کہ علامہ سیوطی کے واقعہ کی تائید سید محمد بن زین مادح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ مشہورہ بھی کرتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری مین بالمشافہہ دیکھتے تھے اور جب حج کیا تو آنحضرت نے قبر مبارک ہی سے اونسے کلام کیا۔ جب یہ نقل سُن چکے تو سنو علامہ سیوطی نے تنویر الحلک نام ایک رسالہ لکھا ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے اکمنہ بعیدہ مین تشریف لانے کو ثابت کیا ہے چنانچہ وہ اوسمین کہتے ہین فحصل من مجموع هذه النقول والاحاديث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی بجسدہ وروحه وانه يتصرف ويسير حيث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت یعنے پس ان نقول واحادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت مع جسد و روح زندہ ہین اور آپ تصرف کرتے ہین اور اقطار ارض وملکوت مین جہان چاہتے ہین سیر کرتے ہین۔ اب کہان ہین معترض صاحب پیران نمی پرند و مریدان می پرانند کے کہنے والے ذرا ملاحظہ فرمائین کہ آپکا یہ فرمانا کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آنا کسی طرح ثابت نہین" کس دھوم دہام سے ہباءً منثور کی طرح اڑ گیا۔ اسی لیے مین کہتا ہون کہ یہ معرکۂ علم واستعداد ہے نہ جولانگاہِ نفسیوران

قال المؤلف ایک بار حضرت قبلہ بہت علیل تھے آپنے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لائی تھین مجھسے فرمایا کہ تمہاری زندگی بہت ہے۔ **قال المعترض** صلاء یہ بات محض خلاف ہے اسلیے کہ اولاً حضرت عائشہ کا آنا باطل ثانیاً حضرت عائشہ کو بعد الوفات اس کشف کا ہونا کہ تمہاری زندگی بہت ہے یہ بھی باطل ہے۔ **اقول** مجھے سخت تعجب ہے کہ معترض صاحب کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسے ایسے شبہات کرتے ہین کہ جہلا تک قہقہے لگاتے ہین۔ باطل وخلاف کہدینا تو آپکے بائین ہاتھہ کا کھیل ہے۔ مگر بجز دعوے کے دلیل کا نام ونشان تک نہین۔ عالم رویا مین کسی بزرگ کا تشریف لانا تو کچھ مستبعد نہین پھر چون وچرا کی کیا وجہ۔ اور اگر یہ کہیے کہ خواب کا تو ذکر نہین تو عرض یہ ہے کہ اسکی کوئی ضرورت نہین۔ آپکے نواب صاحب تقصار صفحہ ۱۰۱ مین لکھتے ہین "سید محمد بن علوی بوی نوشت رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول لی سلم علی احمد الفشاشی وبشره بالشفاعة۔ دیکھیے اس عبارت مین منام کا کہان ذکر ہے پس اسی عبارت پر اس قول کو قیاس کر لیجیے ع این کہ میگویم بقدر فہم تست اور ارواحِ مقدسہ کو اگر کسی کے طولِ حیات کا کشف ہو جائے تو خدا جانے کونسا محذورِ شرعی لازم آتا ہے کہ آپ فرماتے ہین کہ "یہ بھی باطل ہے"۔ ع زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست ۔ واقعی معترض صاحب کی یہ کتاب کشتِ زعفران
و دیوار قہقہہ سے کچھ کم نہین۔ **قال المؤلف** حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ حضرت
خواجہ میر درد رضی اللہ عنہ حقہ پیتے تھے ایکبار حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے آپسے
کہا کہ جو کوئی حقہ پیتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اوس سے منہ پھیر لیتے مین آپنے
حقہ منگایا اور ایک کش لیکر اوسیدم حضوری مین پونہچے دہوان منہ سے نکل رہا تھا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آؤ درد پاس بیٹھہ جاؤ شاہ صاحب یہ کیفیت دیکہکر قائل ہوگئے
قال المعترض یہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب پر بہتان ہے طرز حکایت اسکی دلیل ہے
اسلیے کہ آنحضرت کا فرمانا کہ آؤ درد پاس بیٹھہ جاؤ محض خلاف ہے اور پھر کیا دلیل ہے
کہ وہ قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ یہ کرامت نہین ہے بلکہ شعبدہ اور استدراج ہے
آنحضرت نے آکلین ثوم و بصل کو مسجد مین آنے سے منع فرمایا ہے پھر حقہ نوش حق پوش
کو کیون اپنے پاس بٹہانے لگے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کسی کتاب
مین اپنا منام یا کشف بیان کیا ہے کہ آنحضرت حقہ نوشون سے منہ پھیر لیتے ہین **اقول**
آپنے بہتان ہونے کی کیا معقول دلیل پیش کی ہے کہ ماشاء اللہ ثم ماشاء اللہ۔ اگر آپسے
کوئی اتنا تو پوچھے کہ ملا زمان عالی یہ باطل ہے اور وہ محض خلاف ہے۔ یہی فرماوینگے
یا اوسکی وجہ بھی بیان کرینگے۔ اور یہان معترض کی بدزبانی قابلِ ملاحظہ ہے ایک تو حضرت
خواجہ میر درد قدس سرہ کے کشف و کرامت کو شعبدہ و استدراج جو فاسقین اور غیر مومنین
کی شان سے ہے قرار دیا دوسرے اونکی جناب مین حقہ نوش حق پوش دہر گھسیٹا۔ دیکھیے
ان بزرگ کی نسبت نواب صاحب بھوپال تقصار صفحہ ۱۹۲ مین لکھتے ہین ”سیاحِ بحرِ محیط
حقائق توحید و سلطانِ اقلیم دقائق تفرید و تجرید بود منکر بدعات ست و قامعِ ضلالات
آسمان اگر ہزار چرخ زند مشکل ست کہ چنین صاحب کمالے بہم رسد۔ انتہی ملخصاً“ عجب تماشا
ہے کہ آپکے جناب نواب صاحب تو یون رطب اللسان ہون اور آپ بیساختہ ایسے کلمات

شنیعہ دہر گسیشین۔ ے از خدا خواہیم توفیق ادب * بے ادب محروم ماند از فضل رب * اور

آکلین ثوم و بصل پر ہر حقہ نوش کو قیاس کرنا بیجا ہے کیونکہ کچھ ضرور نہین کہ ہر حقہ کش کا دہن گندہ ہی رہے

اور حقہ کشی کا مسئلہ خود مختلف فیہا ہے کسی نے اسکو حرام کسی نے مکروہ کسی نے مباح بلا کراہت

قرار دیا ہے بلکہ اسکی اباحت مین بڑے بڑے علما نے رسالے تالیف کیے ہین علامہ شامی نے

حاشیہ دُرِّ مختار مین لکھا ہے اضطربت آراء العلماء فیہ فبعضهم قال بکراهته وبعضهم

قال بحرمته وبعضهم باباحته وافردوه بالتالیف ثم قال والف فی حله سیدنا العارف

عبد الغنی النابلسی الحنفی رسالة الصلح بین الاخوان فی اباحة شرب الدخان۔ الخ

سند المتاخرین مجدد العصر حضرت استاذنا مولانا محمد **عبد الحی** قدس سرہ ترویح الجنان مین بعد نقل اقوال

و تنقیح دلائل طرفین اسکی کراہت کے قائل ہوئے ہین وھذا ھو الحق عندی جب اس مسئلے کا یہ حال ہے

تو ممکن ہے کہ خواجہ میر دردؒ کے نزدیک اباحت ہی ثابت ہو۔ اور یہ تو مین نے مانا کہ بعضون کے کشف سے

یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت حقہ نوشون سے منہ پھیر لیتے ہین مگر یہ حکم اکثریہ ہے نہ کلیہ۔ خواجہ میر درد علیہ الرحمہ

نے جو ایسا کیا اونکا مطلب یہی تھا کہ یہ حکم کلی نہین ہے آخر عوام و خواص اور خوشبو و بدبو دھوئین مین

کچھ فرق ہے یا نہین۔ **قال المؤلف** حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ حضرت خلیفہ اعظم علی شاہ صاحب کو

کشف ہوا کہ حضرت شاہ آفاق رضی اللہ عنہ کی عمر پوری ہوگئی حاضر خدمت اعلیٰ حضرتؓ کے ہوئے

کہ عمر میری حاضر ہے آپنے قبول نفرمائی۔ ہمارے حضرتؒ قبلہ بھی یہ سنکر نذر کرنے کو حاضر ہوئے حضرت

شاہ آفاق نے دو برس آپکی عمر مین سے لے لیے اور بعد دو برس کے انتقال فرمایا حضرت قبلہ فرماتے

ہین کہ میری عمر جو زیادہ ہے اوسی کی برکت ہے **قال المعترض** صـ۱۳ عمر کا دینا اور لینا مجال بشر سے خارج ہے

اس قسم کا تصرف ولیون مین ثابت کرنا محض خلاف ہے حضرت آدم علیہ السلام نے جو چالیس برس اپنی

عمر مین سے حضرت داؤد کو دیا تھا تو خود نہین دیا تھا بلکہ خدا ہی تعالےٰ سے اس امر کی التجا کی تھی چنانچہ

ترمذی کی روایت سے ثابت ہے الخ۔ **اقول** چونکہ ترمذی مین صاف آگیا ہے کہ روز ازل حضرت آدمؑ

کی خواہش کے موافق اونکی عمر مین سے چالیس برس لیکر حضرت داؤدؑ کی عمر مین بڑھا دیے گئے تھے

لہذا معترض صاحب کو یہ کہنے کا تو موقع نملا کہ کسیکو کسیکی عمر مین سے کچھ کیونکر ملسکتا ہے یہ تو محض
خلافِ عقل ہے مگر اتنا کہنے کو ہوگیا کہ کوئی آدمی خود اپنی عمر نہین دیسکتا بلکہ خدا سے دیدینے کی
دعا کرے مگر افسوس اتنا نہ سمجھے کہ اون حضرت کا عمر دینا لینا مجازًا ہے اور تماشا تو ہے کہ خود معترض
صاحب کہتے ہین کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جو چالیس برس اپنی عمر مین سے حضرت داؤد کو
دیا تھا یہان عمر کے دینے کا انتساب آپ خود حضرت آدم کی طرف کر چکے ہین پہر بھی نماک بھون چڑہاتے
ہین بہرکیف اون حضرت کے قول کا مآل یہی ہے جو معترض صاحب چاہتے ہین مثلاً حضرت
شاہ آفاق نے دو برس آپکی عمر مین سے لیلیے اسکا مطلب یہ ہو کہ حضرت پیر و مرشد مدظلہ خود نذر
کرنے کو حاضر ہوئے تو حضرت شاہ آفاق نے لینا قبول فرمایا اور اللہ تعالےٰ نے حسب خواہش
طرفین ایک کی عمر مین سے دوسرے کو دو برس دیدیے۔ جناب عالی ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے
کہ بیان مجاز ہو نہ حقیقت دیکھیے آپکے جناب نواب صاحب تقصار صفحہ ۲۶ مین عین القضاۃ ہمدانی کا یہ
قول نقل کرتے ہین اے عزیزان کار یکہ بغیر خدا منسوب بینید مجازی دانید نہ حقیقی کہ فاعل حقیقی
خدا ست ثم قال اور مؤلف کے حضرت کی عمر مین سے جب شاہ آفاق نے دو برس لے لیے
تو پہر مؤلف کے حضرت کا یہ قول کیسے صحیح ہوگا کہ میری عمر جو زیادہ ہے اوسی کی برکت ہے
اقول ماشاء اللہ کیا بھاری اعتراض جمایا ہے۔ جناب عالی اگر کسی چیز مین سے کچھ صدقہ دیا جائے
تو اوسکی برکت سے اوس چیز مین زیادتی ممکن ہے یا نہین۔ پس کسی کے کچھ عمر نذر کرنے کے
عوض مین اگر اللہ تعالےٰ اوسکی عمر بڑہادے تو آخر کسکی برکت کہلائیگی۔ **قال المؤلف**
حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ جب حضرت شاہ عبد القادر صاحب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ایک
بزرگ صاحب کشف نے دیکھا تھا کہ جو کوئی اونکے آس پاس پانچ پانچ کوس تک مدفون ہوگا
مغفور ہوگا۔ **قال المعترض** اولاً کشف حجت نہین ہو ثانیاً پیر و مرشد نے نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے
اور نہ اوسکو بسند بیان کیا ہو۔ ثالثاً جن بزرگ نے یہ دیکھا تھا معلوم نہین کہ وہ کون ہین ایسی باتون
کا ذکر مضحکہ طفلان نہین ہو تو اور کیا ہے۔ **اقول** کشف کی بحث گذر چکی فتذکرہ

اور آپنے جو ایسی باتون کے ذکر کو مضحکۂ طفلان قرار دیا ہے حق یہ ہے کہ آپنے اپنی کتاب کا مضحکۂ طفلان ہونا ثابت کیا ہی کیونکہ علامہ قرطبی و سیوطی ایسے بڑے بڑے علمانے بلا سند و حوالہ کتاب و بغیر ذکر نام صاحب واقعہ اکثر حکایات عجیبہ و منامات غریبہ اپنی تالیفات مین نقل کیے ہین بلکہ آپکے جناب نواب صاحب نے بھی اپنی تالیفات مین اس قسم کے واقعے لکھے ہین سبب یہ کہ اس قسم کے واقعات نقل کرنے مین اسناد کچھ ضرور نہین کما سیجئی تحقیقہ۔ **قال المؤلف** حضرت قبلہ نے فرمایا کہ حضرت **ایشانؒ** کے مزار پر ایک بزرگ جو اونکے رشتہ دار بھی تھے متوجہ ہوئے پھر منہ پھیر کر چلے کہ وہ تو اپنی بی بی سے صحبت مین مشغول ہین **قال المعترض** صفحہ یہ کشف خلاف کتاب و سنت ہی کہ اسلیے کہ کتاب و سنت سے جنت مین بی بیون اور حورون سے صحبت کرنا ثابت ہی قبر اس فعل کا محل نہین ہے **اقول** معترض صاحب نے دعوی تو یہ کیا کہ یہ کشف خلاف کتاب و سنت ہی اور دلیل مین دو امر ذکر کیے امر اول کو تو دلیل ہونے کی صلاحیت نہین صرف تبعًا ذکر کیا ہے تو نفس دلیل یہ ٹھہری کہ کتاب و سنت سے ثابت ہی کہ قبر اس فعل کا محل نہین مگر اس باب مین کوئی آیت یا حدیث پیش نہین کی۔ اب مین کہتا ہون کہ کتاب و سنت مین اس امر کی نفی ہرگز مذکور نہین معترض صاحب نے جو دعوی کیا ہی محض جھوٹ ہی۔ یقولون علی اللہ الکذب۔ اب جاے غور ہے کہ لیلۃ الاسرا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت موسیٰؑ کو قبر مین کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھنا اور بعض صحابہ کا بعض مردے کو قبر سے سورۃ الملک پڑھتے سننا اور جمع غفیر کا ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کی قبر سے تلاوت قرآن کی آواز سننا۔ اور بعض وقات قبر کھودنے مین دوسری قبر ظاہر ہونا اور اوسمین کسی مرد کو ہاتھ مین قرآن لیے تلاوت کرتے دیکھنا وامثال ذلک احادیث صحیحہ و نقول معتبرہ سے ثابت ہی جس سے یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالے بعض صالحین کو قبر مین بھی بعض نعماے دنیوی یا اخروی سے مشرف فرماتا ہے۔ اور حدیث مین انھم یتزاورون فی قبورھم تو آیا ہی۔ اور انما القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار بھی مروی ہی پس اگر کسی

رواہ الترمذی … عنہ ١٢ منہ

مرد صالح کو قبر مین مباشرت زوجہ نصیب ہو تو محل استبعاد کیا ہے **ثم قال** اور پہر اس حکایت
غرائبہ کی صحت کی کیا دلیل ہے۔ **اقول** نفس لامر مین صحیح وغیر صحیح ہونا تو خدا کو معلوم ہے
مگر چونکہ اس واقعے کو معتبر لوگون نے نقل کیا ہے لہذا اسکی صحت ہی کا حُسن ظن ہے۔ **ثم
قال** مولف فرماتے ہین کہ منشی سالکرام صاحب نے ذکر کیا کہ حضرت پیر علی شاہ صاحب علیہ
الرحمہ کے دو برہمن مرید تھے لا الٰہ مین غائب اور الا اللہ مین موجود ہوجاتے تھے۔ پہر جب کرامت
اسی کا نام ہے تو پہر کیا ہے جین ہے مؤلف کی تحریر سے یہ سارے جوگیان ولی ہوگئے اور
کُل شعبدے اور استدراج کرامت ہوگئے۔ **اقول** مین معترض صاحب کے عقل وفہم سے حیران ہون
کہ لفظ برہمن دیکھکر آپ یہ سمجھ گئے کہ حالت کفر مین اونسے یہ خوارق ظاہر ہوتے تھے اور اتنا نہ
خیال کیا کہ جب ایک بزرگ کے مرید تھے اور لا الٰہ الا اللہ کے قائل تو مسلمان ٹھہرے یا کافر۔
نعوذ باللہ من سوٓء الفہم۔ جناب عالی اونکے برہمن ہونے کا ذکر اس امر کے اظہار کے لیے ہے
کہ جب وہ برہمن تھے تو ابتدا مین خدا جانے کتنی بُت پرستی کی ہوگی مگر مسلمان اور مرید ہونے سے
اللہ تعالٰی نے یہ کمال بخشا کہ اونسے ایسے ایسے خوارق ظاہر ہونے لگے۔ مجھے کمال افسوس ہے
کہ روز اول جب لوگون کو عقل ملتی تھی تو معترض صاحب اوسوقت کہان تھے جو ایسی نعمت
متبرکہ سے محروم رہگئے ونعم ما ورد مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔ **ثم قال**
مؤلف نے جن صالحین کے کرامات نقل کیے ہین معلوم نہین کہ وہ حضرات کیسے تھے۔ نیز یہ بھی
ضرور ہے کہ ناقل کرامت ثقہ عادل ضابط ہو۔ قرآن پاک مین ہے اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ
بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا۔ مولف نے اکثر کرامتون کو اپنے پیر ومرشد سے نقل کیا ہے معلوم نہین وہ کیسے
ہین۔ علاوہ اسکے مولف کے پیر ومرشد نے جو کرامتین مولف سے بیان کی ہین بلا سند وحوالہ
کتاب ہین۔ **اقول** نقل کرامات کے لیے اسناد ضروری نہین۔ دیکھیے تاج مکلل صفحہ مین
امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا یہ قول منقول ہے۔ اذا روینا عن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی الحلال والحرام والسنن والاحکام تشددنا فی الاسانید و

رواه دوينا عنه صلى الله عليه وسلم فى فضائل الاعمال ومالا يضع حكما ولا يرفعه تساهلنا فى الاسانيد۔ جب فضائل وغیرہ کے باب مین حدیث نبوی کا یہ حال ہے تو نقل کراماتِ اولیا کا کیا ذکر۔ اور اگر نقل کرامات مین اسناد ضروری ہوتے تو محدثین کبار کسی ولی کی کرامت کو بلا ذکر سند ہرگز نہ لکھتے اور ناقل کرامات کے لیے جو اوصاف بعض صاحب نے ضروری ٹھرائے ہین وہ آیۂ قرآن سے کیونکر ثابت ہوئے۔ اور جناب مؤلف نے جن صالحین کی کرامتین نقل کی ہین اونکے حق مین جو آپنے یہ دہر گھسیٹا کہ نہین معلوم وہ حضرات کیسے تھے اور جناب مؤلف نے حضرت پیر و مرشد مدظلہ کے حق مین جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ معلوم نہین کہ وہ کیسے ہین اسکا جواب یہ ہے کہ وہ حضرات تو آفتاب کی طرح روشن ہین ع

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم	چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

بہرکیف مین نے جابجا اس رسالے مین اون بزرگان دین کے حالات درج کردیے ہین جنسے اونکی قدر و منزلت کالشمس فی الظہیرہ روشن ہے۔ اور طرفہ تو یہ ہے کہ اون حضرات کی شان مین خود معترض صاحب سراپا علم و فہم کی زبانِ قلم سے لفظ صالحین نکل گیا ہے۔ ع والحق ما شهد به الاعداء ؛ یہ بھی گویا اون حضرات کی ایک کرامت ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ احْشُرْنَا مَعَهُمْ فِيْ زُمْرَةِ الصَّالِحِيْنَ وَالْعَارِفِيْنَ وَالْعُلَمَاءِ الرَّاسِخِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى رَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ هُمْ اَهْلُ الْفَضْلِ وَالْكَرَامَةِ

تمت
الکتاب بعون الملک الوہاب

بحمد اللہ کہ رسالہ نافعہ المقالۃ الکاملہ فی رد الاجوبۃ القاہرۃ الفاضلہ بدلغو فاضح
العلوم مخزن العلوم مناظر بے بدل فقیہ المثل جناب مولانا مولوی
محمد ظہیر احسن صاحب دام فیضہ بفضل اللہ الوہاب
حسب فرمائش جناب مؤلف
ممدوح الاوصاف

[illegible] حسین [illegible] اہتمام
[illegible] صاحب [illegible]
بتاریخ ۵ جمادی الاخری [illegible]
[illegible] ۱۵۰۱ [illegible]
[illegible]